تاج التراجم فی تفسیر القرآن للاعاجم

کبیر احمد جائسی

پانچویں صدی ہجری کی یہ فارسی تفسیر جس کا نام مفسر نے تاج التراجم فی تفسیر القرآن للأعاجم رکھا ہے علمی حلقوں میں تفسیر طاہری اور تفسیر اسفرائینی کے ناموں سے بھی موسوم ہے۔ اس تفسیر کے مفسر عماد الدین ابوالمظفر طاہر شہفور بن محمد اسفرائینی ہیں جو خواجہ نظام الملک طوسی (م ۴۸۵ھ) کے ہم عصر اور اس کے منتسبین میں سے تھے علاوہ بریں اپنے زمانے کے مشہور ترین شافعی علماء میں ان کا شمار ہوتا۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں ان کا سال وفات ۴۷۱ھ تحریر کیا ہے۔ اس تفسیر کے علاوہ انہوں نے عربی میں ایک کتاب "التبصیرۃ فی الدین وتمیز الفرقة الناجیة من فرق الهالکین" بھی تحریر کی ہے۔ شہفور یا شاہفور، شہپور یا شاہ پور (بادشاہ کالڑکا) کی تعریب ہے جن حضرات نے عماد الدین ابوالمظفر طاہر شہفور کا چند سطری ذکر کیا ہے ان میں سے جہاں تک ہم کو علم ہو سکا ہے، کسی نے بھی اس بات کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے کہ ان کا کسی شاہی خاندان سے تعلق تھا۔ یا یہ لاحقہ ان کے نام کے ساتھ کیوں لگایا جاتا ہے؟ طبقات الشافعیہ میں بھی نہ تو ان کے حالات زندگی لکھے گئے ہیں اور نہ ہی اس لاحقہ کے بارے میں کوئی اطلاع فراہم کی گئی ہے، ان کے تذکرہ نگاروں نے یہ روش کیوں اختیار کی ہم اس پر کوئی رائے زنی کرنے سے قاصر ہیں۔

سی۔اے۔ اسٹوری کی "پرشین لٹریچر" اور ڈاکٹر موسیٰ درودی کی "نخستین مفسران پارسی نویس" (کتاب اول) کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیر نظر تفسیر کے مکمل یا نامکمل مخطوطے دنیا کے اکثر کتابخانوں میں محفوظ ہیں۔ اس کا ایک مخطوطہ پاکستان میں بھی ہے جس کا ذکر نہ اسٹوری نے کیا ہے نہ موسیٰ درودی نے۔ مجھ کو اس مخطوطے کا علم پاکستان کے ایک محقق جناب عارف نوشاہی کے توسط سے ہوا جنہوں نے اس کے بارے مین نہ صرف یہ کہ مجھ کو اطلاع کی بلکہ اس کے چند صفحات نقل کر کے ارسال بھی فرمائے۔ اس مخطوطے کا

نمبر شمار ۵۲۵ ہے جو اسلام آباد کے کتابخانے میں ''نسخہ گنج بخش'' کے عنوان سے محفوظ ہے، اس عنوان سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ مخطوطہ لاہور میں داتا گنج بخش کے مزار پر وقف کیا گیا ہوگا اور بعد میں اسلام آباد کے کتابخانے میں منتقل کر دیا گیا ہوگا۔ بہر حال اس تفصیل سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس تفسیر کا شمار اہم تفسیروں میں تھا۔ ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے ''تاریخ ادبیات ایران'' میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے (۱) لیکن انکی تحریر کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو اس تفسیر کے مطالعے کا موقع نہیں ملا ہے۔ لغت نامہ دہخدا میں بھی اس مفسر کا ذکر موجود ہے مگر لغت نامہ میں درج ساری معلومات ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا کی تحقیق سے ماخوذ ہیں اور ان میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ڈاکٹر یحیٰ مھدوی نے مجلّہ ''دانشکدۂ ادبیات'' (۲) میں تفسیر سور ابادی پر جو طویل عالمانہ مقالہ تحریر فرمایا ہے اس میں انہوں نے تاج التراجم کا نہ صرف ذکر کیا ہے، بلکہ آیۃ الکرسی کا ترجمہ (بلا تفسیر) اور مقدمہ کا ایک طویل اقتباس بھی نقل کیا ہے۔ لیکن چونکہ ان کا مقالہ تفسیر سور ابادی پر ہے اس لئے فطری طور پر انہوں نے اس تفسیر پر کوئی رائے زنی نہیں کی ہے، اردو زبان میں اس تفسیر کو روشناس کرانے کا سہرا افضل العلماء مولانا عبدالحق پروفیسر عربی مدراس کے سر بندھتا ہے جنہوں نے نومبر ۱۹۳۷ء کے معارف اعظم گڈھ میں ''تاج التراجم فی تفسیر القرآن للأعاجم'' کے عنوان سے ایک مقالہ شائع کروایا تھا اس مقالے پر مولانا سید سلیمان ندوی نے یہ تعارفی جملہ تحریر فرمایا تھا ''موصوف مدراس کے ممتاز علما میں ہیں آج کل انگلستان میں ڈاکٹری کی سند کے لئے اپنا مقالہ دیوان ابن سناء الملک پر تیار کر رہے ہیں'' اس مقالے میں افضل العلماء عبدالحق نے باڈلیان لائبریری (آکسفورڈ) میں محفوظ تاج التراجم کے اس مخطوطے کا تعارف کرایا ہے جس کی کتابت ۹۴۸ھ میں شہر بغداد میں حبیب اللہ بن جمال الدین اصفہانی کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں اس بات کا ذکر کر دیا جائے کہ اس تفسیر کا قدیم ترین مخطوطہ وہ ہے جو ابومنصور مظفر بن احمد بن حمدان نے ذی الحجۃ ۵۰۶ھ (مفسر کے انتقال کے پینتیس سال بعد) میں تحریر کیا تھا۔ فی زمانہ یہ مخطوطہ کتابخانۂ فاتح (ترکی) میں محفوظ ہے، جس کے ایک صفحے کا عکس ڈاکٹر موسیٰ دررودی نے اپنی مذکورہ بالا کتاب میں شائع کیا ہے۔

افضل العلماء عبدالحق کا مقالہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اسی کے ذریعہ اردو دنیا کو پہلی بار اس تفسیر کا علم ہوا لیکن یہ مقالہ جس زمانے میں تحریر کیا گیا تھا اس زمانے میں فارسی کی وہ قدیم

مگر نا مکمل (۳) تفسیریں مکشوف نہیں ہوئی تھیں جن سے آج کے اہل علم بخوبی آگاہ ہیں اس لئے افضل العلماء کے اس مقالے کا آدھا سے زیادہ حصہ آج کے فارسی دانوں کے لئے کوئی معنویت نہیں رکھتا اس کے باوجود اس مقالے کی اولیت اور اہمیت برقرار ہے اور اس میں تاج التراجم کے جو اقتباسات درج کئے گئے ہیں وہ زیر نظر مطالعے کے لئے مفید اور کار آمد ہیں جن سے ہم بھرپور استفادہ کریں گے۔

گذشتہ سطور میں ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا اور ڈاکٹر موسیٰ درودی کی جن عبارتوں کا ذکر کیا جا چکا ہے ان کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔اس مقام پر یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ ڈاکٹر موسیٰ دَرودی نے کتابخانہ باڈلیان کے اس مخطوطے کے کئی صفحے کا عکس بھی شائع کر دیا ہے جو افضل العلماء مولانا عبد الحق کے زیر مطالعہ رہ چکا ہے، صفا صاحب کی تحریر کے الفاظ یہ ہیں:۔

'' این کتاب که به تفسیر اسفرائینی نیز مشهور است از جملهٔ کتب بسیار مهم تفسیر زبان پارسی است که باید در اواسط قرن پنجم یا اوائل نیمهٔ دوم آن قرن تالیف شده باشد۔مولف آن امام عماد الدین ابو المظفر شاهپور (شاهفور،شهفور) شافعی است که به سال ٤٧١ وفات یافت این کتاب بچند مجلس منقسم گردیده ودر هر مجلس سوره یی ازسورترجمه و تفسیر شده است۔حاج خلیفه این کتاب رادر ذیل'' تاج التراجم فی تفسیر القرآن للاعاجم'' ذکرکرده ومولفآنراامام شاہفورطاہربن محمدالاسفرائینی دانسته است درنسخهٔ تاج التراجم موجود در کتابخانه ملی پاریس لقب و کنیه '' عماد الدین ابو المظفر'' بر آنچه حاج خلیفه آورده اضافه میشود ۔نسخه یی از این کتاب که مجلد دوم آنست در کتابخانهٔ مدرسهٔ سپه سالار موجود و مشتمل بر تفسیر قرآن از سورهٔ مریم تا آخر قرآن است در کتابخانهٔ دانشگاه تهران نسخه یی عکسی از کتابخانهٔ

ترکیه محفوظ است۔ درین کتاب نخست ترجمۂ ہر آیه یی کلمه به کلمه می آید و آنگاه مقاصد و معانی آیات و قصص و شان نزول آنها باختصار مذکور می افتد"

[یہ کتاب جو کہ تفسیر اسفرائینی کے نام سے مشہور ہے فارسی کی بہت اہم تفسیروں میں سے ہے جس کی تالیف پانچویں صدی کے اوائل یا اسی کے دوسرے دہے میں ہوئی ہوگی۔ اس کے مولف امام عماد الدین ابو المظفر شاہپور (شاہفور، شہفور) شافعی ہیں جنہوں نے ۴۷۱ میں انتقال کیا ۔یہ کتاب کئی مجلسوں میں منقسم ہے۔ اور ہر مجلس میں سورتوں میں سے ایک سورت کا ترجمہ اور تفسیر کی گئی ہے۔ حاجی خلیفہ نے اس کتاب کا ذکر " تاج التراجم فی تفسیر القرآن للاعاجم " کے ذیل میں کیا ہے ،اور امام شاہفور طاہر بن محمد الاسفرائنی کو اس کا مولف قرار دیا ہے۔ پیرس کے قومی عجائب گھر میں اس کا جو مخطوطہ محفوظ ہے اس میں حاجی خلیفہ کے لکھے (ہوئے نام) پر "عماد الدین ابو المظفر "کا اضافہ ہوا ہے۔ اس کتاب کا ایک مخطوطہ جو کہ اصل (کتاب) کی دوسری جلد ہے مدرسہ سپہ سالار (تہران) کے کتابخانے میں محفوظ ہے۔ وہ سورہ مریم سے لے کر آخر قرآن تک کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ تہران یونیورسٹی کے کتابخانے میں ترکی کے ایک مخطوطے کا عکس محفوظ ہے۔ اس کتاب میں پہلے ہر آیت کا لفظ بہ لفظ ترجمہ آیا ہے۔ اس کے بعد آیتوں کے مقاصد، معانی، قصص اور شان نزول کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔]

یہ نکتہ ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا کی یہ تحریر ۱۳۳۶ھ ش (۱۹۵۷ء) کی ہے۔ صفا صاحب کی تحریر کے چھبیس برسوں بعد جب ۱۳۶۲ھ ش (۱۹۸۳ء) میں ڈاکٹر موسیٰ درودی تاج التراجم کا تعارف کراتے ہیں تو ان کی تحقیق ان الفاظ میں ظاہر ہوتی ہے:۔

"تاج التراجم فی تفسیر القرآن للاعاجم از عماد الدین ابو المظفر طاہر شہفور فرزند محمد اسفرائنی در گذشته به سال ٤٧١ که معاصر خواجه نظام الملك بوده و خواجه نسبت به وی نظر التفات داشته است۔ کتابی دربیان فرق

اسلامی دارد بنام التبصیر فی الدین و تمییز الفرقه الناجیه من فرق الهالکین ،کوثری درپیش گفتار این کتاب دربارۂ تفسیر وی می نویسد : این تفسیر در ایران بچاپ رسیده است " گویا آنرا با (تاج التراجم موائد الرحمان) منسوب به آقا جمال خوانساری اشتباه گرفته است .این تفسیر را گاہی ہم بنام تفسیر طاہری خوانده اند (٤) "

"تاج التراجم فی تفسیر القرآن للاعاجم" عماد الدین ابوالمظفر طاہر شہفور بن محمد اسفرائنی متوفی ۴۷۱ (کی تالیف ہے) جوخواجہ نظام الملک (طوسی) کے معاصر تھے۔اور خواجہ ان پر التفات کی نظر کرتے تھے ۔ان کی ایک کتاب اسلامی فرقوں کے بارے میں ہے جس کا نام التبصیر فی الدین وتمییز الفرقۃ الناجیۃ من فرق الهالکین (ہے)۔کوثری نے اس کتاب کے پیش گفتار میں ان کی تفسیر کے بارے میں لکھاہے "یہ تفسیر ایران میں شائع ہوگئی ہے "گویا انہوں نے اس کو غلطی سے جمال خوانساری کی (کتاب) تاج التراجم مواٸدالرحمان سمجھ لیاہے۔اس تفسیر کولوگوں نے کبھی کبھی تفسیر طاہری کا بھی نام دیاہے۔

بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ عماد الدین ابوالمظفر طاہر شہفور کی تفسیر اور شخصیت کا تعارف کراتے ہوئے افضل العلماء عبدالحق ،ڈاکٹر ذبیح اللہ صفااور ڈاکٹر موسیٰ درودی کسی ایک نے بھی یہ تحریر نہیں کیاہے کہ طاہر شہفور ایک دوسرے ایرانی مفسر ابو بکر عتیق بن محمدنیشاپوری (م ۴۹۴) کے ہم عصر تھے۔یہ دونوں معاصر اس لحاظ سے بڑے خوش قسمت ہیں کہ دونوں ہی کو کلام اللہ کی تفسیر لکھنے کا شرف حاصل ہوااور اللہ تعالیٰ نے دونوں ہی کی کتابوں کے ایک ایک لفظ کی صدیوں تک حفاظت کی اور پھر ان کو زیور طبع سے آراستہ کرنے کاخیال اپنے بندوں کے دلوں میں ڈالا۔ تفسیر سورابادی ،ڈاکٹر یحییٰ مہدوی اور ڈاکٹر مہدی بیانی کی مشترکہ کوششوں سے ۱۳۳۸ (۱۹۵۹ء) میں شائع ہو چکی ہے۔ تاج التراجم اسفرائنی کوشائع کرنے کی سعادت ایک افغانی محقق نجیب مائل ہروی کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی اس لئے اس کو اب تک کسی نے ہاتھ نہ لگایا تھا۔سنا ہے کہ نجیب مائل ہروی نے متعدد مخطوطوں کی مدد سے اس کا تنقیدی متن تیار کر کے تہران سے شائع

کروادیا ہے افسوس ہے "(۵) کہ مطبوعہ متن ہمارے سامنے نہیں ہے ہم جو کچھ بھی تحریر کر رہے ہیں وہ باڈلیان اور اسلام آباد کے مخطوطوں کی بنیاد پر تحریر کر رہے ہیں۔

بقول افضل العلماء عبدالحق صاحب "تمہید میں حمد و نعت کے بعد مصنف نے اس تفسیر کی تصنیف کے وجوہ اور ضرورت سے بحث کی ہے۔ اور اس سلسلے میں ان متعدد کوششوں کا سرسری طور پر ذکر کیا ہے جو قرآن کے فارسی ترجمے کے متعلق شاید ہوتی رہی ہیں۔(۶)' ہماری خوش قسمتی سے تفسیر کا یہ ٹکڑا مجلّہ دانشکدۂ ادبیات تہران میں شائع ہوگیا ہے(۷)، جس کا متن اور ترجمہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:۔

"سپاس مر خدای را که بیا فرید خلقان رابر ابتدا بر آنچه خواسته بود و دانسته بدارد ایشانرا تا انتها ،گروہی سعید گروہی شقی، گروہی رشید و گروہی غوی ،از ایشان شریف واز ایشان وضیع، از ایشان عصاة و از ایشان مطیع ، یکی را ہدایت و یکی را ضلات، یکی را سعات و یکی را شقاوت ، یکی را خطا و یکی راصواب، یکی را ثواب و یکی را عقاب ، یکی را نعیم و یکی را جحیم ، یکی را رحیق و یکی را حمیم ، یکی را بلا و یکی را عطا، یکی را ثنا و یکی را جفا. تا بدانی بدین فعل ها که او خدا یست بی همتا ، بی شریك بی وزیر بی نظیر بی مشیر بی معین، بی ظہیر ؛ خدای کریم و حکیم ، زندۂ توانا،دانای بینا ،گویای شنوا و پاینده و خواہا...."

[تعریف اس خدا کی ہے جس نے مخلوق کو اس نہج پر پیدا کیا جیسا کہ وہ چاہتا تھا اور وہ ان کی انتہا (انجام) تک سے واقفیت رکھتا ہے، (لوگوں کے) ایک گروہ کو نیک بخت اور ایک گروہ کو بد بخت، ایک گروہ کو راہ راست یافتہ اور ایک گروہ کو گمراہ (پیدا کیا) انہی میں سے بلند قدر انہی میں سے فرومایہ، انہی میں سے گناہ گار انہی میں سے اطاعت گزار، ایک کو ہدایت اور ایک کو گمراہی، ایک کو نیک بختی اور ایک کو خباثت، ایک کو نادرستی اور ایک کو درستگی، ایک کو جزا

اور ایک کو سزا، ایک کو جنت اور ایک کو جہنم، ایک کو خالص شراب اور ایک کو کھولتا ہوا پانی، ایک کو بلا اور ایک کو عطا، ایک کو مدح وستائش اور ایک کو بے مہری، تا کہ تم ان افعال کے ذریعہ جان لو کہ وہ بے مثل، بے شریک، بے وزیر، بے نظیر، بے مشیر، بے یار و مددگار، کرم کرنے والا، اور حکمت والا ہے، خدا ہے پر قوت اور زندہ، جاننے والا اور دیکھنے والا، بولنے (حکم دینے) والا اور سننے والا پائندہ اور......(۸) (ہے)]

''..... گویند زاہد را اندر بہشت شو روز قیامت وعالم را گویند بایست تا شفاعت کنی بدان مقدار که تعلّم کرده ای خلقان را ۔ پس ہر کسی از علماء امت ، از روزگار عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنه که ترجمان قرآن بود الیٰ یومنا هذا ، جہد کردند بر مقدار طاقت وقوت خویش اندر جمع کردن تفسیر قرآن بتازی و حاجت ہمی افتاد گروہانی را که غالب بر ایشان پارسی بود بدان که ترجمه باشد الفاظ قرآن را بروجہی که ایشان را بر خواندن آن بجمله سہل باشد ، ہر چند که اندر مجالس علم تفاریق آن ہمی شنیدند ،واز بہرآن چند کس تعرض کردند اندر عصرہای مختلف که ترجمتی کنند کتاب خدای را عزّاسمه بپارسی ''

[......... قیامت کے دن زاہد سے فرمائیں گے کہ جنت میں داخل ہو، عالم سے کہیں گے کھڑا رہ۔ تو نے مخلوق کو جس قدر تعلیم دی ہے، اسی قدر شفاعت کی درخواست کر، پس عبد اللہ بن عباسؓ جو کہ قرآن کے ترجمان تھے، کے زمانے سے لے کر آج کے دن تک علمائے امت میں سے ہر شخص نے اپنی قوت و طاقت کے مطابق قرآن کی تفسیر عربی میں جمع کرنے کی کوشش کی۔ یہی حاجت ان لوگوں کو پیش آئی جن پر فارسی غالب تھی کہ قرآن کے الفاظ کا فارسی میں ترجمہ ہو، (یہ ترجمہ) اس نہج پر ہو کہ ان لوگوں کو اس (قرآن) کا پڑھنا (اور سمجھنا) آسان ہو جائے۔ حالانکہ وہ لوگ علمی مجلسوں میں اس کے

متفرق ٹکڑے بنتے ہیں، اسی کے لئے مختلف زمانوں میں کچھ لوگوں نے خدائے عزوجل کی کتاب کو فارسی میں ترجمہ کرنے کا کام کیا۔]

''وچون بزرگان علما آن را مطالعت کردند اندران خللها بسیار یافتندی۔ برخی از جهت عبارتی که اندران موافقت لغت نگاه داشته بودند و الفاظ مفسران را تتبع نکرده بودندی و برخی از قبل آن که الفاظی را اطلاق کردندی موہم تشبیه را خواستندی که به یك لفظ پارسی ترجمه کنند تامعنیٔ آن ناقص کردندی و فائده از آن پیدا نه گشتی و ندانستندی که الفاظ قرآن شریف تر و جامع تراز آنست که معنی یکی از آن بیك پارسی بتوان نمود''

[اور جب بڑے علماء نے (ان ترجموں) کا مطالعہ کیا تو ان میں بہت ساری غلطیاں پائیں، کچھ لوگوں نے صرف لفظی معانی پیش نظر رکھا تھا اور مفسروں کے الفاظ (یعنی تشریح) کا انھوں نے اتباع نہیں کیا تھا۔ اور کچھ لوگوں نے تصوراتی تشبیہ (کی تشریح) کے لئے ایک ہی فارسی لفظ کا استعمال کرنا چاہا اس طرح انہوں نے اپنی ترجمے کو ناقص کر کے رکھ دیا اور اس (ترجمہ) سے کوئی فائدہ ظاہر نہ ہوا۔ انہوں نے یہ نہیں خیال کیا کہ قرآن کے الفاظ اتنے اعلی تر اور جامع تر ہیں کہ (مشکل ہے کہ) اس کے ہر لفظ کے معنی ایک ہی فارسی لفظ میں ادا ہوسکیں]

''پس چون اندر آن ترجمه ہا که کرده بودند این خلل دیدیم که یاد کردیم از خداوند سبحانه و تعالیٰ توفیق خواستیم و برآن مقدار که توفیق یافتیم اجتہاد کردیم اندر راست کردن الفاظ بپارسی و ترجمه که آن را شاید۔ لغت عرب را موافق اقوال مفسران و موافق اصول دیانت را و مصون از ہر تاویلی که متضمن بود چیزی را از تعطیل و تشبیه ویا نصرت چیزی را از مذاہب اہل الحاد و بدعت ، راست

ومستقیم بر طریقت اہل سنت و جماعت،واز بہر این
صفات بود که این را تاج التراجم فی تفسیر القرآن
للاعاجم نعت نہادیم......"

[پس ان ترجموں میں جن کو کہ لوگوں نے کیا تھا ہم نے یہ غلطیاں دیکھیں جن کا ذکر ہم نے کیا ہے، ہم نے اللہ سبحانہ تعالیٰ سے توفیق طلب کی اور جس قدر توفیق ہم نے پائی فارسی الفاظ کے درست (انتخاب) اور ترجمہ میں ہم نے اجتہاد کیا کہ وہ (یعنی فارسی الفاظ) عربی لغت، مفسروں کے اقوال اور اصول دیانت کے مطابق ہوں اور ہر اس تاویل سے جو کہ اہل الحاد اور بدعت (کی تاویلیں) ہیں (مثلاً) تعطیل، تشبیہ یا نصرت (؟؟) سے محفوظ ہوں اور اہل سنت و جماعت (کے عقیدے) کے مطابق ہوں، انہی صفتوں کی وجہ سے ہم نے اس کا نام تاج التراجم فی تفسیر القرآن للاعاجم رکھا ہے۔(۹)]

درج بالا اقتباس میں امام ابوالمظفر طاہر بن محمد الاسفرائنی نے واضح الفاظ میں اعلان فرمایا ہے کہ "ترجمے میں ہم نے اجتہاد کیا" ان کا یہ اعلان ہمارے خصوصی مطالعے کا طالب ہے، یہاں پر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ "تاج التراجم" سے بہت پہلے تفسیر طبری کا فارسی زبان میں ترجمہ ہو چکا تھا علاوہ برین متعدد ایسی فارسی تفسیریں ہیں جو اپنی مکمل شکل میں تو محفوظ نہ رکھی جا سکیں مگر ان کے کچھ صفحات یا ایک بڑا حصہ دستبرد زمانہ سے محفوظ رہ گیا اور وہ حصے یا صفحے بیسویں صدی میں شائع بھی کر دئے گئے ہیں۔ان سب نامکمل تفسیروں کے بارے میں گمان غالب یہ ہے کہ تاج التراجم سے پہلے کی تحریر کی ہوئی تفسیریں ہیں اگر ان میں سے چند ہی تفسیروں کا تاج التراجم سے موازنہ و مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو ان کے "اجتہاد" کی تائید یا تردید کی جا سکتی ہے۔ہماری خوش قسمتی سے ڈاکٹر موسیٰ درودی کی مذکورہ کتاب میں باڈلیان میں محفوظ تاج التراجم سے فوٹو لے کر سورہ فاتحہ کا عکس شائع کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ ممکن ہو گیا ہے کہ جب ہم سورہ فاتحہ کی تفسیر کا مطالعہ پیش کریں تو طاہر بن محمد اسفرائنی کے اجتہاد پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیں۔

طاہر بن محمد اسفرائنی نے کلام پاک کے ترجمے کی فضیلت اور اہمیت پر اپنی تفسیر کی پہلی فصل میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس کا بڑا حصہ افضل العلماء عبدالحق نے معارف میں بلا ترجمہ نقل کر دیا ہے،

ہم درج ذیل سطور میں اصل متن کے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی درج کر رہے ہیں تاکہ اس بات کا اندازہ کیا جاسکے کہ پانچویں صدی ہجری کے علماء کلام پاک کے ترجمے کی فضیلت واہمیت کے بارے میں کیا کچھ خیالات رکھتے تھے۔

'' فصل اول اندر فضیلت ترجمه کردن قرآن بهر لغتی که بدان حاجت افتد آنست که بدانی که خدای عز و جل قرآن فروفرستادتارسول ﷺ نیزدیگرخلقان را که قرآن بدیشان رسد، چنانکه خدای عزوجل گفت وقل اوحیٰ الّی هذا القرآن لأنذرکم به ومن بلغ الغ بگوای محمد که وحی فرستادند برمن این قرآن را تا بترسانم شمار ا بدان و آن کسی را که به وی رسد، و دیگر فرمود و ما ارسلناك الا كافة للناس بشيرا و نذيرا ---- وما ارسلناك الا رحمة للعالمين ـو اندر تقرير این معنی گفت مصطفی ، بعثت الی الاحمر و الاسود و نیز فرمود بعثت الیٰ الثقلین ---- و ترسانیدن عجم و آگاه کردن ایشان را بفارسی شاید کردنا چار بود قراان را ترجمه باشد ، بزبان دیگر تا اہل لغت آنرا بدانند و ترتیب (۱۰) (تربیت؟) ایشان بدان حاصل شود و از بهر این معنی بود که سلما ن فارسی از مصطفی دستوری خواست تا قرآن به پارسی به قوم خویش نویسد و یرا دستوری داد ،چنین گفتند که وی قرآن نوشت و پارسئ آن بنوشت آن که بآخر آن به نوشت هذا هوالقرآن الذی انزل علیٰ محمد ''

[پہلی فصل، قرآن کے ہر اس زبان میں ترجمہ کرنے کی فضیلت میں جس کی کہ حاجت پیش آئے وہ یہ کہ تم جان لوکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا تاکہ رسول اللہ ﷺ اس کے ذریعے (اللہ سے) خوف دلائیں اور عربوں اور ان دوسری قوموں کو جن تک قرآن پہنچے آگاہ فرمائیں، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اے محمد آپ فرمادیجے کہ (اللہ نے) یہ قرآن اس لئے مجھ پر وحی

فرمایا ہے تاکہ میں اس کے ذریعے تم لوگوں کو اور ان کو جن تک یہ پہنچے گا (اللہ کا) خوف دلاؤں۔ اس کے علاوہ (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا "ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر" اور "ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر" اور مصطفیٰ (ﷺ) نے اس بات کو گفتگو میں یوں فرمایا "مجھ کو کالوں اور گوروں کی طرف بھیجا گیا" علاوہ بریں آپ نے مزید فرمایا میں جن وانس کی طرف بھیجا گیا" اور عجم کو خوف دلانے اور انکو فارسی زبان میں متنبہ کرنے کے لئے ضروری تھا کہ قرآن کا دوسری (فارسی) زبان میں ترجمہ کیا جائے تاکہ اس زبان کے لوگ اس (قرآن) کو جانیں اور ان لوگوں کو اس سے تربیت حاصل ہو۔ یہی وجہ تھی کہ سلمان فارسیؓ نے مصطفیٰ (ﷺ) سے اجازت چاہی کہ وہ اپنی قوم کے لئے قرآن کو فارسی میں لکھیں (۱۱)۔ آپ نے ان کو اجازت دے دی لوگوں نے (۱۲) نے کہا ہے کہ انہوں نے (حضرت سلمان فارسیؓ) قرآن پاک لکھا اور اس کا فارسی ترجمہ (بھی) کیا جس کے آخر میں انہوں نے تحریر کیا "یہ وہ قرآن ہے جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا"]

"و معلوم ہمه خرد مندان آنست که عرب و تازی شناسان از ہر گروه اندر عدد کمتر باشند ، از کسانی که تازی نه شناسند و واجب آنست که دین و شریعت و معنی وحی خدای عز و جل بدیشان رسد و ہرگز آن تمام نه یابد الا بدان که فرمانہای خدا تعالیٰ ایشان بلغتی که ایشان بدان راه برند، ترجمه کنی تا منفعت آن اندر دو جہان بدیشان رسد که بیشترین خلق اند و سواد اعظم اند و به ہیچ حال نه شاید که ایشان را محروم گردانی"

[تمام اہل خرد کو اس بات کا علم ہے کہ عرب اور عربی زبان کے ماہرین دیگر تمام گروہوں کے مقابلے میں تعداد میں کم ہیں، ان لوگوں کے لئے جو کہ عربی زبان نہیں جانتے ہیں واجب ہے کہ ان تک بھی دین، شریعت اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے

معنی پہونچیں۔ یہ بات اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا ترجمہ اس زبان میں نہ کرو جس سے کہ وہ لوگ واقف ہیں تا کہ ان تک دنیا جہان کا نفع پہونچے کیونکہ یہ (غیر عربی زبان) لوگ تعداد میں زیادہ ہیں اور سواد اعظم ہیں۔ یہ بات کسی بھی حال میں روا نہیں ہے کہ تم ان لوگوں کو محروم رکھو۔ (۱۳)

''واز بحر (بهر) این بود که ائمه وعلمای دیانت اندر هر عصری برایشان شفقت بردند اعتقاد های بفارسی کنند، واحکام عبادت به پارسی اثبات کردند تا ایشان به قرآن راه یابند ، واز بهر این معنی بود که اول و آخر امت اجماع کردند برآن که تفسیر قرآن به پارسی می گویند اندر مجلسهای علم و برسر منبر ها اندر مجامع خاص و عام اہل دین و دنیا و ہیچ کسی روانه داشت که بدان انکار کنند بلکه ہمگنان آن را از فرض کفایت شمردند تا اگر ہمه خلق از دعوت خلق بدین و نشر آن اندر بیان مسلمانان اعراض کنند و ہر کس برسر شغل خویش اقبال کنند ہم اندر حرج باشند و اندر برخی از احوال آن را واجب دانستند چنانکه بسیاری از اہل سنت و جماعت گفتند اگر کسی فاتحة الکتاب نداندونتواند آموخت ترجمهٔ آنرابایدآموخت تابدان نماز ہمی کند تا آنکه الحمد بیا موزد و گفتند که آن اولٰی ترباشد از تسبیح که ترجمهٔ آن نزدیك تر بدان از آنچه ذکری دیگر''

[اور یہی بات تھی کہ ہر دور میں راست باز ائمہ اور علماء نے ان لوگوں پر شفقت کی۔ معتقدات اور عبادات کے حکموں کو فارسی زبان میں (۱۴) لکھا تا کہ یہ لوگ قرآن تک پہونچنے کی راہ پائیں اور یہی وجہ تھی کہ آخر کار امت کا اس بات پر اجماع ہوا کہ لوگ علمی مجلسوں میں، منبر پر اہل دین و دنیا کے خواص وعوام کے مجمعوں میں، قرآن کی تفسیر فارسی میں بیان کریں اور کسی شخص نے بھی اس سے انکار کرنے

کو روانہ رکھا، بلکہ سب ہی لوگوں نے اس کو فرض کفایہ شمار کیا اگر ہر شخص لوگوں کو دین کی دعوت دینے اور ان کے درمیان اس کی اشاعت کرنے سے روگردانی کرے اور اپنی مرضی کے مطابق اسکو قبول کرے تو خسارے میں رہے گا(۱۵)۔ اور بعض حالات میں لوگوں نے اس کو واجب سمجھا ہے، چنانچہ اہل سنت والجماعت کے بہت سے لوگوں نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص سورہ فاتحہ نہیں جانتا ہے اور سیکھ بھی نہیں سکتا تو اس کو اس کا ترجمہ سیکھنا چاہیے تا کہ اس سے اس وقت تک نماز ادا کرے جب تک کہ سورہ فاتحہ یاد نہ کر لے اور لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اللہ کی وہ حمد (تسبیح) دوسرے اذکار کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے جس کا ترجمہ اسکے (سورہ فاتحہ کے) نزدیک ہو۔]

'' وگر چنان بود که مسلمانان گروہی از کافران راباسلام دعوت کنندوایشان گویند که قرآن برما عرضه کنید ، و تفسیرآن مارا پیداکنید و اگر درست و راست باشد و کتاب مارا موافق و مصدق باشد مسلمانی قبول کنیم،واجب بود ترجمه کردن قرآن و بدیشان فرستادن چنانکه یاد کردیم از حدیث سلمان و نیز اتفاق کرده اند مسلمانان بدان که ہر چه نشاید گفتن نشاید نوشتن ، مقرر شد که یاد کردیم فضیلت ترجمه کردن و معلوم شد که اندر حالی فرض کفایت است تا معظم خلق محروم نگرداند از منفعت کتاب خدای عزّ و جل اندر حالی از جمله فرض اعیان است چنانکه یاد کردیم ۔''

[اور اگر ایسا ہو کہ مسلمان کافروں کے کسی گروہ کو دعوت دیں اور وہ لوگ کہیں کہ ہم کو قرآن بتلاؤ اور اس کی تفسیر ہمارے لئے مہیا کرو، اگر وہ درست اور صحیح ہو گا اور ہماری (مقدس) کتاب کے موافق اور اس کی تصدیق کرنے والا ہو گا تو ہم اسلام قبول کرلیں گے۔ (ایسی صورت میں) قرآن کا ترجمہ کرانا اور ان کو دینا واجب ہو گا جیسا کہ ہم نے سلمان (رضی اللہ عنہ) کے سلسلے میں ذکر کیا ہے

اور (۱۶) اس بات سے مسلمانوں نے اتفاق کیا ہے کہ جس بات کا کہنا مناسب نہیں اس کا لکھنا بھی مناسب نہیں۔ اس بات سے قرآن کے ترجمہ کرنے کی جو فضیلت ہم نے بیان کی ہے وہ ثابت ہو گئی اور یہ معلوم ہو گیا کہ بعض حالات میں اس (قرآن) کا ترجمہ کرنا فرض کفایہ ہے تا کہ سوادِ اعظم کو اللہ کی کتاب کے فوائد سے محروم نہ رکھا جائے اور بعض حالات میں (یہی بات) فرض عین ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے]

'' وچیزی که آنرا اندر دین مسلمانی این محل بود که آنرا یاد کردیم وانکار نه کند بدان مگر کسی که غافل بود از اصول شریعت و یا ملحدی که نخواهد دین ظاهر گردد ۔ و هر کسی بدان راه یا بد تا وی از آن الحاد خویش متمکن باشد اہل دیانت راه یابند ،یریدون ان یضیقوا الخ''

[اور وہ چیز جو اسلامی نقطہ نظر سے اس مقام پر ضروری تھی وہ ہم نے بیان کر دی تا کہ راست باز افراد دین تک رسائی حاصل کر لیں اور اس سے سوائے اُس کے کوئی انکار نہیں کر سکتا جو اصول شرعت سے غافل ہو یا وہ جاہل و ملحد ہو جو یہ نہ چاہتا ہو کہ دین غالب آجائے اور ہر شخص کی دین تک رسائی ہو تا کہ وہ اپنے الحاد پر قایم رہے (۱۷) وہ چاہتے ہیں کہ تنگی میں مبتلا ہوں۔]

'' گروہی از علماء غلو کردند و گفتند ترجمۂ قرآن، قرآن باشد و این قول دور است از حقیقت از بہر آن که نظم قرآن معجز است و ترجمه قرآن معجز نه باشد و آنچه از جنس معجزات نه باشد قرآن نه باشد و اگر ترجمۂ قرآن، قرآن بودی بایستی با (؟) ترجمۂ شعر نیز شعر بودی به ہر عبارت که بودی و چون محال بودآن اولیٰ تر که نه باشد۔''

[علماء کے ایک گروہ نے غلو کیا اور کہا کہ قرآن کا ترجمہ قرآن ہے۔ یہ قول حقیقت سے بعید ہے، وجہ یہ ہے کہ نظم قرآن ایک معجزہ ہے اور قرآن کا ترجمہ معجزہ نہیں ہے اور وہ چیز جو معجزہ کی جنس سے نہ ہو قرآن نہیں ہے۔ اور اگر قرآن کا ترجمہ

قرآن ہوتا تو چاہیے جس عبارت (زبان) میں ہو شعر کا ترجمہ شعر ہونا چاہیے تھا اور چونکہ یہ بات محال ہے اس لئے قرآن کا ترجمہ قرآن ہونا اس سے زیادہ محال ہے۔]

'' وبدان که آنچه درین باب نگاه باید داشتن از احتیاط کردن قرآن آنست که چیز اندر مصحف نوشته نباشد که نه قرآن باشد مگر چنانکه ممیز با شد از آن بلونی و یا به هیتی تا کسی را اشتباه نیفتد و نه پندارد که آن قرآن است و از بهر آن بود که ترجمهٔ سورتها و عواشر و علامات سجدات و اسباع و اجزاء اندر مصحف بلونی دیگر اثبات کردند و امّا اگر کسی تفسیر نویسدتازی یاپارسی و تا آن را بخطی ممیز نگرداند روا باشد زیرا که هر کسی داند که اندرین کتاب قرآن و غیر قرآن جمع کرده اند است (کذا) ویرا آن اشتباه که یاد کردیم نیفتد ، پس اندر تفسیر که نویسند تازی یا پارسی و قرآن را بخطی دیگر توفیقی نیکو بود یافته باشدو احتیاطی تمام باشد که اندر توقیر کتاب خدای عزّ و جل بجای آورده ویرا بدان ثواب نیکو امید میدارم۔''

[اور جاننا چاہیے اور قرآن کے سلسلے میں جس چیز کی احتیاط کرنی چاہیے وہ یہ ہے کہ وہ عبارت جو قرآن نہ ہو، ترجمہ مصحف میں نہ لکھی جائے بجز اس کے کہ وہ کسی دوسرے رنگ یا شکل میں لکھی جائے تا کہ کسی کو اشتباہ نہ ہو اور وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ بھی قرآن ہے، یہی وجہ ہے کہ سورتوں کے ترجمے، عشرات اور سجدوں اور اسباع کی علامتیں اور ان کے اجزاء مصحف کے اندر دسرے رنگ سے لکھے گئے ہیں۔ اگر کوئی عربی یا فارسی میں تفسیر لکھے اور اس کو (مراد متن اور تفسیر) کو خط کے ذریعے ممیز نہ کرے تو بھی جائز ہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ اس کتاب میں قرآن اور غیر قرآن دونوں یک جا ہیں (اس لئے) وہ اس شبہے میں نہ پڑے گا۔ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ وہ تفسیر جو کہ عربی یا فارسی میں لکھی جائے اگر اس

میں قرآن کے متن کو دوسرے خط میں (اور تفسیر کو اس سے جداگانہ خط میں) لکھا جائے تو یہ ایک نیک توفیق اور پوری احتیاط کی بات ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے احترام میں بجالائی جائے گی۔ اس بات پر میں اچھے ثواب کی امید رکھتا ہوں۔]

اس سے قبل ہم نے طاہر بن محمد اسفرائنی کی تحریر کا جو اقتباس نقل کیا تھا اس سے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ کلام پاک کے ان تمام ترجموں سے مطمئن نہیں تھے جو ان کے عہد تک فارسی زبان میں ہو چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے خود فارسی زبان میں کلام پاک کا ترجمہ کرنے اور تفسیر بیان کرنے میں اپنا زور قلم صرف کیا اور بطور تمہید وہ تمام باتیں تحریر فرمائیں جن کے چند صفحات کے ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اب ہم طاہر بن محمد اسفرائنی کے دعوے کے مطالعے کے لئے "تاج التراجم" سے سورہ فاتحہ کے ترجمہ و تفسیر کا "ترجمہ تفسیر طبری" سے موازنہ و مقابلہ کرکے کسی نتیجے پر پہونچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ طوالت کے خوف سے ہم دونوں تفسیروں کے تمہیدی بیانات سے صرف نظر کرتے ہوئے "الحمد للہ" کے ترجمہ و تفسیر سے اس موازنہ کی ابتدا کرتے ہیں۔

"الحمدلله :(ترجمه) سپاس خدای راعزّ وجلّ ،(تفسیر) بدان کی حمد آن بود کی ثنا کنی بر کسی اما بر ابتدا و امّا بر سبیل نعمتی کی با تو کره باشند و شکر آن بود کی ثنا کنی بر کسی مکافات نعمتی را کی با تو کرده باشد ۔پس حمد عام تر بود کی ہم ابتدا را باشد و ہم جزا را و شکر خاص تر بود از بهر آنك شکر آن بود کی بر سبیل جزا بود نه بر سبیل ابتدا و اہل معانی گفته اند کی تقریر سخن آنست که ہمی بگوئی الحمد لله کی پیغمبر صلی الله علیه گفت ، الحمد لله سر ہمه شکر ہاست فضل نه کرده باشد خدای را عز و جل بندۂ کی ویرا حمد نکند و گوید نیز ابن عباس الحمد لله کلمتی اسنت کی اہل بہشت شکر نعمت بدان گزارند"

[الحمد للہ: (ترجمہ) شکر خدائے بزرگ و برتر کا۔ (تفسیر) جان لو کہ حمد وہ ہوتی ہے جس میں تمہید (۱۸) کے طور پر کسی کی تعریف کرو اور اس نعمت کے شکرانے

کے طور پر بھی جو کسی نے تم پر کی ہے (گویا حمد کی دو صورتیں ہیں ایک بغیر کسی سبب کے دوسری احسان کے شکرانے کے طور پر) اور شکر وہ ہوتا ہے کہ تم کسی کی اس نعمت کے بدلے میں اس کی تعریف کرو جو اس نے تم کو دی ہے، پس حمد عمومی چیز ہے (یعنی بطور تمہید بھی ہے اور بطور شکر نعمت بھی) اور شکر خصوصی اس لئے کہ شکر وہ ہے جو کسی نعمت کے بدلے کے طور پر ادا کیا جاتا ہے نہ کہ بطور تمہید۔ اہل معنی کا قول ہے کہ اس بات کی تفصیل یہ ہے کہ (جب) تم الحمد للہ کہتے ہو تو یہ لفظ خبر ہے۔ مگر اس میں امر (حکم) کے معنی پوشیدہ ہیں۔ ابن عمر (م: ۷۳ھ) کا قول ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا، الحمد اللہ تمام شکروں کا سردار ہے۔ جس بندے نے اللہ کی حمد نہیں کی ہے گویا اس نے اللہ کی بزرگی کا اعتراف نہیں کیا ہے۔ ابن عباس (م: ۶۸ھ) نے بھی یہ فرمایا ہے الحمد اللہ وہ کلمہ ہے جس سے اہل بہشت (اللہ کی) نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔]

”رب العالمین (ترجمه) پروردگار جان بمه خلقان (تفسیر) بدان کی رب اندر لغت عرب بمعنی سید بود و بمعنی مالك بود و بمعنی پروردگار بود بمعنی آن کسی بود کی ثابت بود از حال بنگردد و ہیچ کس را رب نخوانند مطلق مگر خدای را عز وجل ، و ہر آن چیزی را از دون وی کی بدین نام بخوانند بی اضافتی و تقیدی نه خوانند چنانك گویند رب الدار و رب البیت و رب الغنم و آنچ بدین ماند پس خداوندرا سبحانه رب خوانند بدان معنی کی خدای خلق است و آفرید گار صلاح خلق است ہمیشه بُود و ہمیشه بُوَد ۔زوال و انتقال گردیدن از حال بدیگر حال بروی نشاید و بدان کی عالم نامی است که جمله مخلوقات فراگیردتاہر کی گوئی عالم آفریده است معینش آن بود کی ہرچ جزاز خدای است عز و جل آفریده است و ہمشه بُود خدای تعالیٰ و صفاتش و عالمین جمع عالم بُوَد - بر تقدیر

آن کی ہر چیزی را از جملہ اجزا (ی ؟) عالم بنا م عالم بخوانند و از بہر این گفت سعید بن المسیب کی خدای را عز و جل ہزار عالم است ،شصد (شش صد) اندر بحر و چہار صد اندر بر و ضحاك گوید بلکی سیصد و ششصد عالم است که ایشان لباس پوشند و خدای را عز و جل بدانند ، وهب بن منبه گوید خدای را عزّ و جلّ ہژده ہزار عالم است دنیا یکی است از آن عالمہا ۔ بو سعید خدری گوید خدای را عز و جل چہل ہزار عالم است۔ عالم دُنیی (دن ی ی)آن مشرق تامغرب یکی است ازآن،مقاتل بن حیان گویدخدای را عز و جل ہشتاد ہزار عالم است ، چہل ہزار اندر بحر چہل ہزار اندر بر ۔ کعب الاحبار گوید عالمہا راعدد ش خدای عز و جل داندچنانك گفت و ما یعلم جنود ربك الاهو۔نداند لشکر ہای خدای را مگر خدای عزوجل ۔"

[رب العالمین :(ترجمہ) تمام مخلوقات کی جانوں کا پالنے والا۔(تفسیر) جان لو کہ عربی زبان میں رب کے معنی سید (سردار) مالک،پالن ہار کے ہوتے ہیں۔اس لفظ کے معنی کا اطلاق اس ہستی پر ہوتا ہے جو برجا و برقرار ہو اور جس کے حال میں تغیر و تبدل نہ ہو۔خداعز و جل کے علاوہ کسی بھی شخص کو مطلقا رب نہیں کہتے اور ہر وہ چیز جس کو اس نام سے پکارتے ہیں بغیر کسی اضافت یا قید کے نہیں پکارتے۔ مثلاً کہتے ہیں رب الدار (گھر کا مالک) رب البیت (گھر کا مالک) رب الغنم (بھیڑ کا مالک) اور اسی طرح کے دوسرے کلمات۔اس لئے خداوند سبحانہ کو ان معنوں میں رب کہتے ہیں کہ وہ تخلیق کا مالک ہے،اپنی مخلوقات کا خدا ہے اور مخلوق کی بہتری کا پیدا کرنے والا ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔زوال اور ایک حال سے دوسرے حال میں چلا جانا اس کے شایان شان نہیں ہے۔جان لو کہ عالم اس چیز کا نام ہے جو تمام مخلوقات کو اپنے دائرے میں لے لیتا ہے۔تا کہ تم جس وقت بھی کہو کہ "عالم پیدا کیا ہوا ہے" اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ

عزوجل کے علاوہ جتنی بھی چیزیں ہیں سب پیدا کی ہوئی ہیں۔اور اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات ہمیشہ سے ہیں اور عالمین عالم کی جمع ہے اس لحاظ سے کہ جملہ اجزائے عالم میں سے ہر چیز کو عالم کہتے ہیں سعید بن المسیب (م: ۹۴ھ) نے کہا (ہے) کہ خدائے عزوجل کے (پیدا کئے ہوئے) ایک ہزار عالم ہیں جن میں سے چھ سو پانی میں ہیں اور چار سو خشکی پر۔ ضحاک (م: ۳۸۷ھ) کا قول ہے کہ بلکہ تین سو اور چھ سو عالم ہیں (جن میں رہنے والے) لباس پہنتے ہیں اور خدائے عزوجل کو جانتے (پہچانتے) ہیں۔ وہب بن منبہ (م: ۱۱۰ھ) کا قول ہے کہ خدائے عزوجل کے پیدا کردہ اٹھارہ ہزار عالم ہیں ان عالموں میں سے ایک عالم دنیا ہے۔ابو سعید خدری کا قول ہے کہ خدائے عزوجل کے (آفریدہ) چالیس ہزار عالم ہیں۔ان کا دُنیٰی عالم مشرق سے مغرب تک ایک طرح کا ہے اور ان ہی عالموں میں سے ایک ہے۔ مقاتل بن حیان (م ۱۵۰۔۷۶۷ء) کا قول ہے کہ اللہ عزوجل کے (آفریدہ) اسی ہزار عالم ہیں چالیس ہزار پانی میں اور چالیس ہزار خشکی پر۔ کعب الاحبار (م: ۳۲ھ) عالموں کے بارے میں کہتے ہیں۔ کہ اپنے (آفریدہ) عالموں کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے "اللہ کے لشکر کی تعداد کو اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا۔(۱۹)"]

" الرحمان: (ترجمه) روزی دہندهٔ خلقان اندر این جهان۔
الرحیم (ترجمه) خواہندهٔ نعمت برمومنان اندرجهان ۔(۲۰)
مالك يوم الدين (۲۱) (ترجمه ندارد) تفسیر: ملك و مالك اندر لغت عرب بیکی معنی بُوَد ۔چنانکه فره و فاره ،حدر و حادر ۔بو عبید گوید باجماعتی از اہل لغت کی مالك جمع تراز مَلِك ، نه بینی که گویند مالك الدار و مالك الطیور و الدواب و کل شیی و نه گویند مَلِك کل شی بل گویند ملك الناس و دیگر کی مالك آن بُوَد که ویرا مِلك بود و مَلك را مِلك نه بُوَد و گروہی گفته اند بل مَلِك جامع تر ۔ نه بینی که ملکت بر بندگان و آزادگان باشد و مالك جز بر بندگان نه

باشد و بر دیگر چیز های کی زیر ملك اندر آید و بدان که اہل تحقیق خلاف کردند و اندر معنی مَلِك گروہی گفتند معنیٔ مَلِك قدرت بودبراختراع واز بہرآن کی گفتند معدوم مِلك خدای ست جل جلاله ۔ نه بینی که قادریست بر اختراع آن وبدین گویند اگر دو جہان نیست شود اندر مِلك خداوند تعالیٰ ، ہیچ نقصا ن نیاید اس بہر آن کی معدوم مِلك و ی باشد چنانچك موجود مِلك وی باشد و برین معنی نام مالك و مَلِك نبود بر حقیقت مگر خدای را تعالیٰ چون بر کسی دیگر اطلاق کنند مجاز باشد از بہر آنك قدرت بر اختراع و آفریدن چیز نشاید و نشاید مگر خدای را عز و جل ، و گروہی گفتند معنی مِلك چون از تصرف بُوَد و خداوند سبحانه اندر اعیان و اوصاف جمله عالم موجود و معدوم تصرف کند و تصرف وی اندر ہمه جائز است وی مالك آنست بر حقیقت از ہمه وجہی و بنده مالك نبود درست شد که مالك بر اطلاق خداوند است جل جلاله۔ و بدان که معنی دین جزا دادن بُوَد اندر لغت و نیز آمده است بر معنی قہر و غلبه و آمده است بر معنی طاعت۔ و خداوند سبحانه و تعالیٰ بادشاه روز قیامت است بر جمله این معنی ہا که یاد کردیم بندگان را جزا دہند و قہر و غلبه ویرا بُوَد و بر طاعت ما ثواب دہد و جز از وی ہیچ کس را اندر آن روز بر کس طاعت نبُوَد و اگر کسی ترا گوید چرا تخصیص کرد اندر این آیت یوم الدین را و اندر ہمه وقتی مِلك بر حقیقت وی باشد جوابش آنست که آن روز دعوہا (دعویٰ ہا) منقطع بود و ہیچ کس دعوی مِلك نتواند کردن نه بحقیقت نه بمجاز چنانك خدای عزّ و

جلّ گفت لمن الملك اليوم لله الواحد القهار و اندر دیگر روزگار کسانی باشند کی دعوی ملکت (مملکت؟) همی کنند هر چند که آن مجاز باشد و دیگر آن کی روز قیامت عظیم ترین روز ہا ست چون ملك از روز وی بود دیگر روزہا اولیتر کی ملکت ویرا بُوَد۔"

[الرحمان: (ترجمہ) اس دنیا میں تمام مخلوق کو روزی دینے والا۔

الرحیم: (ترجمہ) دنیا میں مومنوں کو نعمت دینے والا۔

مالک یوم الدین۔ (ترجمہ ندارد) (تفسیر) جان لو کہ عربی زبان میں ملک اور مالک کے ایک ہی معنی ہوتے ہیں۔ جیسے کہ فرہ (چالاک، ہوشیار) اور فارہ (فرہ کی جمع) حدر اور حادر۔ ابو عبید اور لغت کے ماہرین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ مالک (کا لفظ) ملک (کے لفظ) سے جامع تر ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ لوگ مالک الدار (گھر کا مالک) مالک الطیور الدواب (چرند پرند کا مالک) مالک کل شی (تمام چیزوں کا مالک) کہتے ہیں ملک کل شی نہیں کہتے بلکہ ملک الناس کہتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ مالک وہ شخص ہوتا ہے کہ جس کے پاس ملک ہوتی ہے اور مَلِک کے پاس ملک نہیں ہوتی اور ایک گروہ کا قول ہے کہ ملک جامع تر (لفظ) ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ اس کی ملک غلاموں اور آزادوں (دونوں) کے لئے ہے اور مالک صرف بندوں پر نہیں ہوتا بلکہ ان تمام چیزوں کا ہوتا ہے جو کہ اس کے زیر ملک ہیں۔ اور یہ بھی جان لو کہ اہل تحقیق کے درمیان مِلک کے معنی کے سلسلے میں اختلاف ہے، ایک گروہ کا قول ہے کہ مِلک کے معنی اختراع پر قدرت رکھنے کے ہوتے ہیں۔ اور یہ معنی اس لئے ہوتے ہیں کہ ان ہی لوگوں کے قول کے مطابق (جو چیز) معدوم ہے۔ (وہ بھی) خدائے جل جلالہ کی ملک ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ (وہ) اس کے اختراع پر قادر ہے اور اسی لئے کہتے ہیں کہ اگر دونوں جہان نیست و نابود ہو جائیں تب بھی خداوند تعالیٰ کی مِلک میں اس لئے کوئی کمی واقع نہ ہوگی کہ جس طرح موجود اس کی ملک ہے اسی طرح معدوم اس کی ملک ہے اور اس طرح مالک اور ملک کے نام کا

اطلاق در حقیقت سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کسی پر نہیں ہوتا۔ اور جب ان (الفاظ) کا اطلاق کسی دوسرے پر کرتے ہیں تو وہ مجاز کے طور پر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداءً کسی چیز کی ایجاد اور پیدا کرنے کی قدرت خدائے عز وجل کے علاوہ کسی کے شایان شان نہیں ہے۔ ایک دوسرے گروہ کا قول ہے کہ ملک کے معنی جواز تصرف کے ہوتے ہیں اور خداوند تعالیٰ جملہ موجود اور معدوم عالم کے اعیان (ذات و جواہر) اور اوصاف پر تصرف کا حامل ہے اور ہر چیز پر اس کا تصرف جائز ہے، بلا شک و شبہ در حقیقت وہ ہر لحاظ سے مالک ہے اور بندہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا ہے۔ الّا یہ کہ خداوند عز و جل حکم دیدے (اور وہ اسی کے حکم کے مطابق اس چیز کا) مالک نہ ہو جائے۔ پس اسی سبب سے (جو) کہ تصرف کرتا ہے مالک ہوتا ہے اور جو تصرف نہیں کرتا مالک نہیں ہوتا ہے۔ یہ بات جان لو کہ (لفظ) مالک کا اطلاق خداوند جل جلالہ و جل شانہ پر ہوتا ہے۔ اور جان لو کہ لغت میں دین کے معنی جزا دینے کے ہوتے ہیں اور یہ بھی آیا ہے کہ یہ لفظ قہر، غلبہ اور طاعت کے معنی میں بھی آتا ہے اور خداوند سبحانہ و تعالیٰ ان تمام معنوں میں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے روز قیامت کا بادشاہ ہے وہ بندوں کو جزا دے گا اور (اس دن اسی کا) قہر اور غلبہ ہوگا اور وہ اطاعت پر ثواب دے گا، اس دن اس کی اطاعت کے علاوہ کسی اور کی اطاعت نہ ہوگی۔ اگر کوئی شخص تم سے یہ پوچھے گا کہ اس آیت میں یوم الدین کی تخصیص کیوں کی دراں حالیکہ وہ حقیقتاً ہر حال میں (اس کائنات) کا مالک ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دن تمام دعوؤں کا خاتمہ ہو جائے گا اور کوئی شخص اصلاً یا مجازاً ملک ہونے کا دعوی نہ کر سکے گا۔ جیسا کہ خدائے عز و جل نے فرمایا ہے۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (۲۲) (آج کے روز کس کی حکومت ہوگی، بس اللہ کی ہوگی جو یکتا (اور) غالب ہے (۲۳)) دوسرے دنوں میں بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مجازاً ہی سہی ملکیت کا دعوی کرتے ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ قیامت کا دن دراز ترین دن ہے، چونکہ اس دن کا مالک وہ ہوگا اس لئے وہ دن تمام دنوں سے بڑا ہوگا۔ (۲۴)]

'' اياك نعبد واياك نستعين : (ترجمه) ترا پرسیتم و از تو

یاری خواہیم (تفسیر) حقیقت عبادت آن بُوَد که قصد آن
کنی کی فرمان معبود خویش بجای آوری و متعبدان از سه
گروه باشند یکی آن بود کی ویرا ہیچ قصد نبود اندر
عبادت، دگرآنک فرمان خدای عزوجل بجای آورد،دِل اندر
ثواب و عقاب نبندد چنانک پیغمبر صلی الله علیه گفتند
رحم الله صہیبا '' لو لم یخلق الله النار لما عصاہ'' و دیگر
آن بُوَد که خدای را عز و جل می پرستد تا ویرا از عقاب
خویش نگاه دارد و ویرا ثواب کرامت کند این کس دون آن
پیشین بُوَد لیکن عبادت وی درست بُوَد ، و سدیگر آن بُوَد
که طاعت دارد بیم آتش را و طمع ثواب را نه قصد و
موافقت فرمان خداوند را جل جلاله واین عبادت درست
نباشد و تحقیق عبادت آن بُوَد کی ایمان برا ین صفت آرد
آن بحقیقت ایمان نباشد و بدان که اصل عبادت اندر
لغت عرب از آنست که عرب گوید '' طریق معبد ''راہی را
که آن خواسته باشد پس برآن کسی کی وی فرمان
خدای را عزّ وجلّ گردن نہاده باشدو انقیاد کرده باشد،
عابد باشدو ہر ك از فرمان وی سر پیچید وی از عبادت
خدای عزّ و جلّ دور باشد و بدان که استعانت بخدای عز و
جل توفیق بَوَد از وی و آن آن بُوَد که از وی خواہی تا ترا
قدرت طاعت آفریند و این معنی درست نیاید مگر باعتقاد
اہل سنت وجماعت ازبہرآنك ایشان گویند:خداوند
سبحانه و تعالیٰ قدرتی آفریند بنده را که نشاید مگر طاعت
ویرا ، آن بُوَد که توفیق دادن و برطاعت معونت کردن واگر
خدای عزوجل خواستی بَدَلِ توفیق وی خذلان کردی ، بر
آن معنی کی ویرا آفریدی ك (کی) نه شائستی مگر

معصیت را ، چون چنین بُوَد بنده تضرع کند بخدای عزّوجلّ و از وی توفیق خواہد و باز داشت خذلان خواہد ، و بر اهل معتزلیان استعانت بخدای عزّوجلّ ہیچ معنی ندارد از بہر آنك قدرت آن بنده بنزدیك ایشان ہم طاعت را شاید وہم معصیت را و ہر قدرت کی خدای عز وجل ویرا آفریند بشاید وبنده آن کند که خود خواہد پس توفیق دادن از وی چون درست آید کی ہر قدرت کی ویرا دہد ہم طاعت را بشاید وہم معصیت را و چون خداوند تعالیٰ ویرا این قدرت داد ، نیز استعانت راچه معنی ماند تا بوَی استعانت کُنی ۔"

[ایاک نعبد وایاک نستعین، (ترجمہ) تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔ (تفسیر) عبادت کی حقیقت یہ ہوتی ہے کہ تو اس بات کا ارادہ کرے کہ اپنے معبُود کے فرمان کو بجالائے۔ اور عبادت گزاروں کی تین جماعتیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ جس کا مقصود عبادت بجز اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ وہ خداوند عزوجل کا فرمان بجالاتی ہے اور اپنے دل میں ثواب اور عذاب کا خیال نہیں لاتی جیسا کہ پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ صہیب پر اپنی رحمت نازل فرمائے اگر اللہ نے جہنم کو نہ بھی پیدا کیا ہوتا تو بھی وہ اس کی نافرمانی نہ کرتے دوسری (جماعت) وہ (ہے) جو خداوند عزوجل کی اس لئے پرستش کرتی ہے وہ اپنے آپ کو اس کی سزاؤں سے بچائے اور اس سے ثواب حاصل کرے۔ ایسی جماعت اس پہلی جماعت سے کم درجے کی ہوتی ہے لیکن اس کی عبادت صحیح ہوتی ہے اور تیسری (جماعت) وہ (ہے) جو اللہ جل جلالہ کی عبادت اسکے ارشاد کی تعمیل کے ارادے سے نہیں بلکہ جہنم کی آگ کے ڈر اور ثواب کی لالچ میں کرتی ہے، ایسی عبادت صحیح نہیں ہوتی۔ بلاشبہ جو (جماعت) اس طرح کا ایمان لاتی ہے اس کی عبادت (عبادت) نہیں ہوتی (کیونکہ) حقیقت میں اس کا ایمان (ایمان) نہیں ہوتا۔ اور جان لو کہ عربی زبان میں عبادت کا مطلب وہی ہوتا ہے جس کو عرب "طریق معبد" کہتا ہے (یعنی) وہ راستہ جو کہ اس نے چاہا ہو پس ہر وہ شخص

جس نے خدائے عزوجل کے فرمان پر سر تسلیم خم کردیا ہو اوراس کی اطاعت کی ہو وہ عابد ہو تا ہے اور ہر وہ شخص جو اس کے فرمان سے سر کشی کرتا ہے وہ خدائے عزوجل کی عبادت سے دور رہتا ہے۔ اور جان لو کہ خدائے عزوجل سے مدد (مانگنی) اس سے توفیق مانگنے (کے برابر) ہے اور وہ یہ کہ تو اس سے خواہش کرے کہ وہ تیرے اندر اطاعت کی قدرت پیدا کرے لیکن یہ معنی صحیح نہیں معلوم ہوتے ہیں مگر اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہی (معنی) درست ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں خداوند سبحانہ تعالیٰ بندہ کے لئے ایک ایسی طاقت پیدا کرتا ہے جو اس کو (اللہ کی) اطاعت کی توفیق دیتی ہے اور اگر اللہ عزوجل چاہتا تو اس کی توفیق کی جگہ پر گمراہی (پیدا) کردیتا ان معنوں میں کہ اس میں ایک ایسی طاقت پیدا کردیتا جو معصیت کے علاوہ کسی اور کام کی نہ ہوتی۔ جب ایسا ہوتا ہے بندہ خدائے عزوجل سے فریاد کرتا ہے اور اس سے توفیق طلب کرتا ہے اور گمراہی سے دور رہنے کی دعا مانگتا ہے۔ اور معتزلیوں کے نزدیک خدائے عزوجل سے استعانت طلب کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک بندہ اطاعت اور معصیت دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے اور ہر وہ قدرت جو خداوند عزوجل بندے کیلئے پیدا کرتا ہے (طاعت و معصیت) دونوں کی صلاحیت رکھتی ہے اور بندہ جو کچھ کرتا ہے خود اس کی اپنی خواہش ہوتی ہے پس اس کا توفیق دینا کس طرح درست ہو سکتا ہے کیونکہ وہ جو بھی قدرت بندہ کو عطا کرتا ہے وہ اطاعت اور معصیت دونوں کے کرنے کی (قدرت) ہوتی ہے جب خداوند تعالیٰ نے اس کو یہ قدرت دے دی پھر استعانت کے کیا معنی رہ جاتے ہیں کہ تم اس سے استعانت طلب کرو۔]

" اهدنا الصراط المستقيم "(ترجمه) بنمای مارا راه راست يعنى بدار ما را بر دين اسلام .(تفسير) و از بهر آن تثبيت را بر هدايت (۲۵) خواند که بنده ثابت نه باشد بر هدايت و نه بر هيچ صفت از صفات خويش مگر بدان که خداوند سبحانه و يرا صفت نوبه نه همى آفريند پس تثبيت نبود بر

ہدایت الا بابتدا (ی) ہدایت و اگر نہ چنین دانی آیت بر مجاز نہادہ باشی و تا بر حقیقت تو ان نہادن بر مجاز نباید نہاد و بدان کی گفتہ اند کی صراط مستقیم آنبُوَد کی بر سنت مصطفیﷺباشی وبر سنت خلفاء الراشدین از پس وی ثابت باشی و طریق سنت جماعت گیری و از ہوا و بدعت بپر ہیزی ، وبدانْ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ گفت خداوند عز وجل مَثَلِی یاد کرد صراط مستقیم را و بر دو کنار آنُ دیوارِی بلندِ بر کشید بر دیوار درہا کشادہ و بران در ہا پردہ ہا فروگذاُشت و بر در آن صراط ،کسی ایستد و خلق را ہمی خواند و ہمی گوید یا مردان اندر آیید اندر این راہ بہمگی و از ہیچ سوی بمچسبید و چون کسی خواہد کی از آن درہا یکی بکشاید ویرا گویند مکشای۔ اگر بکشایی اندر شوی ، امّا آن صراط اسلام است و امّا آن پردہ ہاحدود خدای است عزوجل واما آنك ویرا ہمی گیرد در جنبیدن (؟) مکشای آن درہا حدود خدااست عز وجل و امّا ان درہا محارم خدای عز وجل و امّا آن داعی کی بر صراط ایستدہ است کتاب خدای عزوجل امّا آنك ویرا ہمی گوید مکشای کی اندر دل ہر کسی از مومنان نہادہ است تا از معصیت ہا زجرہمی کند"۔

[اھدنا الصراط المستقیم: (ترجمہ) ہم کو سیدھا راستہ دکھلا یعنی ہم کو دین اسلام پر رکھ۔ (تفسیر) ہدایت پر ثابت قدم رہنا اس لئے طلب کیا ہے کیونکہ بندہ ہدایت (کے راستے) پر ثابت قدم نہیں رہتا ہے اور نہ ہی اپنی صفات میں سے کسی ایک کی صفت پر مگر اس صفت پر، جس کو خداوند سبحانہ اس کے لئے نو بہ نو پیدا کرتا ہے، پس ہدایت پر ثابت قدمی اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ ابتدا ہی میں ہدایت پر ثابت قدمی نہ ہو۔ اگر تم ایسا خیال نہیں کرتے ہو تو

ہدایت کو مجاز پر محمول کرتے ہو۔ جبکہ وہ چیز جو حقیقت پر محمول کی جا سکتی ہے اس کو مجاز پر محمول نہیں کرنا چاہیے۔اور جان لو کہ صراط مستقیم وہ ہوتا ہے کہ تم مصطفیٰ ﷺ کی سنت پر رہو اور ان کے بعد خلفائے راشدین کی سنت پر قائم رہو اور خواہشات نفس و بدعت سے بچے رہو،اور جان لو کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا: خدائے عزوجل نے ایک مثال کے طور پر صراط مستقیم کا ذکر کیا ہے اور اس کے دونوں کناروں پر اونچی دیواریں اٹھائی ہیں اور دیوار میں دروازے کھول دئے ہیں اور ان دروازوں پر پردے ڈال دئے ہیں اور اس صراط کے راستے پر کوئی کھڑا ہو جاتا ہے اور مخلوق کو بلاتا ہے اور کہتا ہے اے سب لوگو اس راہ سے اندر آؤ اور کسی دوسری طرف نہ جھکو،اور جب کوئی شخص چاہتا ہے کہ ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ کھولے تو اس سے کہتا ہے کہ اس کو مت کھول کیونکہ اگر تو کھولے گا تو اندر آجائے گا۔"صراط" اسلام (کا نام) ہے اور وہ پردے خداوند عزوجل کے حدود ہیں۔اور وہ سب دروازے خدائے عزوجل کے محارم اور صراط پر کھڑا ہو کر بلانے والا وہ داعی خدای عزوجل کی کتاب (قرآن) ہے اور وہ جو اس سے کہتا ہے کہ ہلتے دروازے کو مت کھول وہ (وہ چیز) ہے جو اللہ نے ہر مومن بندے کے دل میں ڈال دی ہے تاکہ وہ گناہوں پر اسکی تنبیہ کرتی رہے۔]

" صراط الذین انعمت علیهم ۔(ترجمه) راه آن کسانی که نعمت کرده ای بر ایشان بتوفیق و بدایت خویش چون پیغمبران و مومنان ۔(تفسیر) چنانك خدای عز وجل گفت : فاولئك مع الذین انعم الله علیهم من النبیین و الصدیقین و الشهداء و الصالحین و حسن اولئك رفیقا ،(٢٦)۔ ابن عباس گوید : بدین قوم موسیٰ را و عیسیٰ را همی خواهد پیش ا ز آنکه تحریف و تبدل کردند و نعمت های خدای را تعالیٰ نسپاسی کردند و الحسین بن الفضل الحلی گوید یعنی صراط کسانی کی نعمت هابر ایشان تمام گردانیده که بسیار کس بُوَد که ویرا نعمتی دهند و آن گهان بر

ایشان زوال گردد ونعمت منقطع شود ۔ و بدان که اہل تحقیق خلاف کردند اندر حقیقت نعمت۔ گروہی گفتند نعمت آن بُوَد که بنده را از آن راحتی بُوَد و برین معنی خدای را عز وجل بر کافران و عاصیان نعمت ها بسیار بُوَد کی ایشان را از آن راحت باشد ہر چند بعاقبت وبال کار خویش بکشند ، و گروہی گفتند حقیقت نعمت آن بُوَد که عاقبتش محمود بُوَد پس برین معنی خدای عز وجل بر حقیقت نَبُوَد مگر بر مومنان تا اگر کسی از مومنان و مطیعان چیزی رود که ویرا اندر آن رنجی رسد تا آن ویرا پاکی بُوَد از گناہان و یا زیادتی بُوَد در درجات ویرا اندر آن جہان ، آن از خدای عزوجل بروی نعمتی بُوَد و برین معنی خدا یرا عزوجل بر ہیچ کافر نعمتی بر حقیقت نباشد از بہر آنك عاقبت ایشان به ہیچ وجه محمود نباشد و اگر چیزی از اسباب راحت اندر دنیا فرا ایشان رسد آن اندر حقیقت عقوبتی باشد که آن سبب تقویت ایشان باشد بر کفر و معصیت ، نباشد آن مگر استدراجی تا عقوبت ہای را که خدای عزّ وجلّ دانسته باشد که باایشان خواہد رسیدن مستحق گردند او العیاذ بالله منه دانسته شد ترا از این جمله کی آنك ہمی گوید صراط الذین انعمت علیہم ، صراط مومنان ہمی خواہد کی نعمت بر حقیقت بر ایشان باشدو فائدہآن که گفت الذین انعمت علیہمونگفت : الذین آمنوا ، آن بُوَد که تنبیه کند ترا برین معنی کی یاد کردیم "

[صراط الذین انعمت علیہم : (ترجمہ) ان لوگوں کی راہ جن کو تو نے اپنی توفیق اور ہدایت ہے جیسے پیغمبر اور مومنوں، (تفسیر) جیسا کہ خدائے عزوجل نے فرمایا ہے "ایسے اشخاص بھی ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا،

یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحا۔ اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں"
(۲۷) ابن عباس کا قول ہے کہ (علیہم سے مراد) تحریف و تبدل اور خدا کی ناشکری کرنے سے پہلے کی قوم عیسیٰ و موسیٰ کے افراد ہیں، اور الحسین بن الفضل کا قول ہے کہ صاحب صراط وہ ہیں جن پر اس نے اپنی تمام نعمتوں کا اتمام کر دیا ہے، بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو وہ نعمت دیتے ہیں اور اس کے بعد وہ (نعمت) ہی ان کے زوال کا سبب بنتی ہے اور نعمت منقطع ہو جاتی ہے۔ اور جان لو کہ حقیقت نعمت کے بیان میں اہل تحقیق میں آپس میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ نعمت وہ چیز ہوتی ہے کہ بندہ کو اس سے راحت ملتی ہے اس معنی میں کافروں اور گنہگاروں پر بھی اللہ کی نعمتوں کی بہتات ہوتی ہے کہ وہ لوگ ان سے راحت پاتے ہیں اگرچہ وہی آخرت میں ان کے لیے وبال جان بنتی ہیں۔ دوسرے گروہ کا قول ہے کہ نعمت وہ ہوتی جس کی عاقبت قابل ستائش (محمود) ہوتی ہے۔ پس ان معنوں میں خدائے عزوجل کی نعمت مومنوں کے علاوہ کسی اور پر نہیں ہوتی ہے (۲۸) کیونکہ ان کی عاقبت بخیر ہوتی ہے۔ اگر مومنوں اور اطاعت کرنے والوں میں سے کسی پر کوئی ایسی افتاد پڑتی ہے جس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے تو اس لئے ہوتی ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جائے یا اس دنیا میں اس کے درجات میں بلندی ہو اور یہ چیز خدائے عزوجل کی طرف سے اس پر نعمت ہوتی ہے اور ان معنوں میں حقیقت میں کسی بھی کافر پر خدائے عزوجل کی نعمت نہیں ہوتی اس لئے کسی بھی طرح ان کی عاقبت محمود نہیں ہوتی۔ اگر دنیا میں ان پر راحت کے اسباب کا نزول ہوتا ہے تو درحقیقت وہ (راحت کے اسباب) عذاب ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان کے کفر اور گناہ کو بہ تدریج بڑھانے والے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوتے خدائے عزوجل جانتا ہے کہ ان پر کیا مصیبت آئی اس نے مقدر کر دی ہے۔ اللہ کی پناہ۔ اس جملے سے تم کو علم ہو گیا کہ وہ جب صراط الذین انعمت علیہم (راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے۔ (۲۹) کہتا ہے تو اس سے مراد مومنوں کا راستہ ہوتا ہے کیونکہ حقیقت میں نعمت مومنوں ہی کے لئے ہے، فائدہ، اس نے "ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے" کہا ہے یہ نہیں کہا ہے کہ "ان لوگوں کا

(راستہ) جو ایمان لائے یہی چیز تم کو اس معنی پر متوجہ کرتی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔]

" غیر المغضوب علیهم و لا الضالین ۔ وگفت،(ترجمه) نه آن کسانی خشم تو اندر ایشان رسید (ه) باشد یعنی جهود آن و آن کسانی که بی راه گشته اند یعنی ترسا آن (تفسیر) یعنی منمای مارا آن راه کی نمودی آنکسا نی را که دین خویش تغیر کردند از قوم موسیٰ و عیسیٰ که اندر صفت آن قوم از قوم موسی گفت "قل ہل انبئکم بشر من ذٰلك مثوبة عند الله من لعنة الله و غضب علیه " و اندر صفت آن گروه ازقوم عیسیٰ گفت " ولا تتبعوا اہواء قوم قد ضلوا من قبل و اضلوا کثیرا و ضلوا عن سواء السبیل"(٣٠)۔ وبدان که سنت چنانست کچون از خواندن این صورت بپردازی گویی آمین ،خواہی بمد الف گویی خواہی بامات گویی بتفخیم ، واثل بن حجر گوید که پیغمبر صلی الله علیه چون برخواندی ولاالضالین گفتی آمین و بانگ برداشتی و پیغمبر صلی الله گفت که تلقین کرد مرا جبرئیل که پرداختم از فاتحة الکتاب و گفت این چون مُہرست که بنامه در بُوَد گفت پیغمبر صلی الله علیه کی جهودان شمارا حسد نکنند بر ہیچ چیز چنانك بر آمین کنند و بدان کی بریك دیگر سلام بکنید ، و ابن عباس گوید رضی الله عنه پرسیدم پیغامبر صلی الله علیه از معنیء آمین ، گفت ہمی گوید ، افعل یعنی بکن آنچ خواہم مجاہد (٣١-١٠٤ھ) گوید آمین نامیست. از نامہای خداوند جل جلاله و جل ثناه۔ عبد الرحمان بن زید گوید گنجی است از گنج های بہشت ، وہب بن منبه گوید که آمین چهار

حرفست خداوند سبحانه و تعالیٰ بیافرید ازبر حرفی از
حروف آن فریشته کی تاہمی گوید ای بار خدای بیامرز کی
گوید آمین و گفته اند کی معنی آمین آنست کی ہمی گوید
آنچ از تو ہمی خواہم ہیچ کس نتواند مگر تو ، نومید مگر دان
ما را از تو ۔ وقال رسول اللهﷺ، اذا قال الامام و
لاالضالین ، فقولوا آمین ، فان الملائکة تومن ، ومن وافق
تامینه تامین الملائکة غفر له ما تقدم من ذنبه ، وبدان که
این سورت را فاتحة الکتاب خوانند از بهر آنك مصحفها
بدین ابتدا کنندو ابتدا این خوانند و کسی را که بیاموزند
ابتداین آموزند ، حسین بن الفضل البجلی گوید این اول
سورتی است که از آسمان فرو آمد از بهر این بود که ویرا
فاتحة الکتاب خوانند و این سورت را ام الکتاب خوانند از
بهر آنك این سورت اصل قرآن است و اندر و مجموع
است علوم جمله کتابها و فاضل ترین ہمه قرآن است
چنانك مکه را ام القریٰ خوانند از بهر آنك شریف ترین بقاع
است و پیش ہمه بوده است و اصل ہمه زمینها است واین
سورة را صلوٰة نیز خوانند از بهر آنك روایت کرد ابوہریره از
پیغمبر صلوات الله علیه کی وی گفت ، خدای عز وجل
گفت من نماز قسمت کردم میان خویش و بندهٔ خویش
نیمی وی را ونیمی مرا و بندهٔ مرا آنچ خواہد۔ و پیغمبر صلی
الله علیه گوید چون بنده گوید الحمد الله رب العالمین
خدای عز وجل گوید بستود مرا بندهٔ من و چون گوید مالك
یوم الدین (گوید) تمجید کرد مرا بندهٔ من و چون گوید ایا
ك نعبد و ایاك نستعین گوید آن میان من و بندهٔ من است
و بندهٔ مرا است آنچ که خواہد (۳۱) و چون گوید ایاك نعبد

و ا یاك نستعین تا آخر سوره ،گوید : این بنده مرا است و آنچه خواہد۔ و این سوره را صلوٰت بر خوانند از بہر آن خوانند کی نماز بی این درست نیاید و بدان که خدای عز وجل ازین سورة بندگان را از آداب سوال کردن بیا موخته است ۔ ابتدا (ی) این سورة ثنا است آنگه دعا ،تا بدانی که ہرگه (۳۲) این ا ز خدای خویش حاجتی خواہی نخست بر وی ثنا کنی آنگه دعا کن تا آن سبب فلاح و نجات تو باشد و این سورت را نیز سورة الشفا خوانند ا ز بہر آنك یاد کردیم کی این سورة شفایست از ہمه زہری و بدان که از اصحاب پیغمبر صلی الله علیه برخی اذ عزاہا بگذشت بر مردی که ویرا صرع افتیده بود ام القرای (۳۱) اندر گوش وی خواند درست شد ۔ پیغمبر علی السلام گفت این ست ام القرآن و این ست و گفته شد از آن جمله آنك نیکوتر بود بتوفیق خدای جل جلاله و ثناه و الله المعین (٤)"

[غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ اور کہا(۳۵)(ترجمہ)نہ ان لوگوں(کی راہ) جن پر تیرا غضب نازل ہوا ہے یعنی یہود اور نہ ہی ان لوگوں(کی راہ) جو گمراہ ہوگئے ہیں یعنی عیسائی۔(تفسیر) یعنی ہم کو قوم موسیٰ اور قوم عیسیٰ کے ان لوگوں کی راہ نہ دکھلا جنہوں نے اپنے دین کو بدل ڈالا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے قوم موسی کے اس گروہ کو جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے" آپ کہیے کہ کیا میں تم کو ایسا طریقہ بتلاؤں جو اس سے بھی خدا کے یہاں پاداش ملنے میں زیادہ برا ہو وہ ان اشخاص کا طریقہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا ہو اور ان پر غضب فرمایا ہو۔(۳۶)" اور قوم عیسیٰ کے اس گروہ کو جس کے بارے میں بھی یہ ارشاد کیا ہے: "اور ان لوگوں کے خیالات پر مت چلو جو پہلے (خود بھی) غلطی میں پڑ چکے ہیں اور بہتوں کو غلطی میں ڈال چکے ہیں اور وہ لوگ راہ راست سے بہک گئے (یعنی دور ہوگئے) تھے۔" اور

جان لو کہ سنت یہ ہے کہ جب اس سورت کی تلاوت کرلو تو آمین کہو ، چاہے الف کے مد کے ساتھ کہو چاہے امالہ کے بغیر پڑھو (۳۸)۔ وایل بن حجر (م: نحو ۵۰ھ) کا قول ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ جب ولاالضالین پڑھتے تو زور سے آمین کہتے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں نے سورہ فاتحہ ختم کی تو اس کی (آمین کہنے کی) تلقین مجھ کو جبریل نے کی اور فرمایای مہر کے مانند ہے جو خط پر ہوتی ہے او پیغمبر صلی اللہ علیہ نے فرمایا یہود تمہاری کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کرتے جتنا کہ آمین پر کرتے ہیں۔۔ اور جان لو کہ ایک دوسرے کو سلام (کیا) کرو (۳۹)۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ (م: ۶۸ھ) فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے آمین کے معنی پوچھے تو فرمایا (اس کے معنی) افعل ہیں یعنی جو (مراد اللہ) چاہتا ہوں تو وہی کر ۔ مجاہد کا قول ہے کہ آمین خداوند جل اجلالہ و جل ثناہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے ، عبد الرحمان بن زید (م: ۶۸ھ) فرماتے ہیں (آمین) خزانوں میں (سے) ایک خزانے (کا نام) ہے، وہب بن منبہ کا قول ہے آمین کے چار حرف ہیں۔ ان میں سے ہر حرف سے خداوند تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اللہ سے دعا کرتا ہے کہ جو شخص آمین کہے اس کی بخشش فرما اور کچھ لوگوں کا قول ہے کہ آمین کے معنی یہ ہیں کہ (بندہ اللہ سے) کہتا ہے کہ میں جو کچھ تجھ سے چاہتا ہوں اکو تیرے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا، ہم کو اپنے پاس سے ناامید واپس نہ فرما۔ اور سول ﷺ نے فرمایا کہ جب امام والاالضالین کہے تو تم آمین کہو۔ کیونکہ اس وقت فرشتے آمین کہتے ہیں اب اگر کوئی شخص فرشتوں کے ساتھ آمین کہے گا تو اس کی تمام کردہ گناہ معاف کرئے جائیں گے۔ اور جان لو کہ اس سورت کو فاتحۃ الکتاب اس لئے کہتے ہیں کہ مصحف کی ابتدا اسی سے کرتے ہیں۔ (مصحف کے) آغاز میں اسی کو پڑھتے ہیں اور جب کسی کو پڑھاتے ہیں شروع میں اسی کو پڑھاتے ہیں، حسین بن فضل البجلی (۱۷۸۔ ۲۸۲ھج) کا قول ہے کہ یہ اولین سورت ہے جو آسامن سے نازل ہوئی اسی وجہ سے اس کو فاتحۃ الکتاب کہتے ہیں

اوراس سورہ کوام الکتاب قرار دیتے ہیں اس وجہ سے کہ یہ سورت کو اصل قرآن ہے اوراس کے اندر جملہ (آسمانی (۴۰)) کتابوں کے علوم جمع ہیں اور تمام قرآن سے افضل ہے، جس طرح مکہ کو اس لئے ام القریٰ کہتے ہیں کہ وہ شریف ترین قطعہ ارضی ہے وہ تمام زمینوں کی اصل ہے۔ اور اس سورت کو صلوۃ بھی کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ابو ہریرہ نے پیغمبر صلوۃ اللہ سے روایت ہے کہ خدائے عزو جل نے فرمایا: ”میں نے اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان نماز کو تقسیم کر دیا ہے نصف اس کا نصف میرا، اور میرا بندہ جو کچھ چاہتا ہے۔“ پیغمبر صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے (تو) خدائے عزو جل فرماتا ہے میرے بندے نے میری ستائش کی اور جب مالک یوم الدین کہتا ہے (تو) فرماتا ہے، میرے بندے نے میری تمجید کی ،اور جب لیاک نعبد وایاک نستعین کہتا ہے (تو) فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور جو کچھ وہ چاہتا ہے (۴۱)۔ اور جب اھدنا الصراط المستقیم سے ختم سورت تک پڑھتا ہے تو فرماتا ہے کہ یہ میرا ہی بندہ ہے اور جو چیز مجھ سے چاہتا ہے۔(۴۱) اور اس سورت کو صلوٰۃ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کو پڑھے بغیر نماز درست نہیں ہوتی ۔اور جان لو کہ خدائے عزو جل نے اس سورت کے ذریعے بندوں کو سوال کرنے کے آداب کا سبق دیا ہے ۔اس سورت کی ابتدا ثنا ہے بعد ازاں دعا۔ تاکہ جان لو کہ تم جب بھی چاہو کہ اپنے خدا سے اپنی حاجت طلب کرو تو پہلے اس کی ثنا کرو اس کے بعد دعا کرو تو کہ تمہاری دعا تہاری فلاح اور نجات کا سبب بنے۔ اس سورت کو سورت الشفا بھی کہتے ہیں اس کی وجہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں یہ ہے کہ یہ سورت ہر زہر سے شفا بخشتی ہے۔ اور جان لو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ کے ایک صحابی ایک غزوہ میں ایک ایسے مریض کے پاس سے گذر رہے تھے جس کو مرگی کا دورہ پڑا ہوا تھا۔ انہوں نے اس کے کان میں ام القرآن پڑھی، وہ ٹھیک ہو گیا۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا یہ ہے کہ ام القرآن اور یہ ہے تمام بیماریوں سے شفا۔ اور ا

سوعت کے بہت سے نام ہیں۔ توفیق الٰہی سے تمام باتوں میں سے جو بہتر
تھیں وہ (چند) باتیں کہی گئی ہیں۔]

سورہ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے ابوامظفر شاہفور بن طاہر بن محمد اسفرائنی نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کا ایک ایک حرف ہم نے اوپر کے اقتباس میں نقل کر دیا ہے اور جو حضرات فارسی زبان سے ناواقف ہیں ان کی سہولت کے لئے فارسی عبارت کا اردو میں ترجمہ بھی نقل کر دیا گیا ہے۔ گذشتہ سطور میں ابوالمظفر شاہفور کی ایک عبارت کے ذریعے ان کے اس خیال کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرائی گئی تھی کہ ان سے پہلے کلام اللہ کے فارسی زبان میں جو بھی ترجمے ہوئے یا تفسیریں لکھی گئیں ان سے ابو المظفر شاہفور مطمئن نہیں تھے اس لئے اہوں نے "اجتہاد" کرتے ہوئے زیر نظر تفسیر لکھی ہے۔ اس مقام پر یہ بات یاد دلانے کی ہے کہ ابوالمظفر شاہفور کی زیر نظر تفسیر سے پہلے جتنی بھی فارسی تفسیریں لکھی گئی تھیں ان میں سے سوائے ترجمہ تفسیر طبری کے کوئی بھی تفسیر مکمل حالت میں محفوظ نہیں ہے اس لئے ہم مجبور ہیں کہ ابوالمظفر شاہفور کی تفسیر کا موازنہ ترجمہ تفسیر طبری سے کرنے کے بعد "ان کے اجتہاد" سے بہرہ ور ہونے کی سعادت حاصل کریں، طول جلام سے بچتے ہوئے ترجمہ تفسیر طبری سے وہ عبارت نقل کی جارہی ہے جو سورہ فاتحہ کی تفسیر میں لکھی گئی ہے۔

"بنام خدای مهربان بخشنده
شکر خدای را خداوند جهانیان
مهربان بخشاینده
پادشاه روز دستخیز
ترا پرسیتم و از و یاری خواهیم
راه نمای مارا راه راست
راه آنکسهای که منت نهادی بر ایشان، نه آن کسهای که
خشم گرفته ای یعنی جهودان - بر ایشان، و نه گم شدگان
ا زراه - یعنی تراسان -

اما این سورة را فاتحة الکتاب گویند و سبع المثانی گویند ۔ اما فاتحة الکتاب ا ز بہر آن گویند که ہمه قرآن بدین سورة گشاده شود و اول ہمه قرآن این سورة باید خواند و اول این سورة باید نبشت و به ہمه نماز ہا اول این سورة باید خواند و اما ام الکتاب از بہر آن خوانند که مادر ہمه قرآن این سورة است و اہمه قرآن ازین سورة گشاده شود و ازین شگافد و بیشتر از ہمه قرآن این است۔

اما سبع المثانی از بہر آن گویند که این سورة ہفت آیت است دوباره و این دوباره آنست که کلمت ہای آن بیشتر مکرر است چنانکه گوید۔ بسم الله الرحمان الرحیم و دیگر بار گوید الرحمن الرحیم و گوید ایاك و دیگر بار گوید ایاك و گوید الصراط و دیگر گوید صراط و گوید علیہم و دیگر باره گوید علیہم و سبع المثانی این باشد (٤٣) "

[مہربان اور بخشش کرنے والے خدا کے نام سے

تعریف اس خدا کی جو جہانوں کا خدا ہے

مہربان بخشش کرنے والا

یوم حشر کا مالک

ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد کے خواستگار ہیں

ہم کو سیدھا راستہ دکھا

ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا نہ کہ ان لوگوں کا

راستہ جن پر تو نے اپنا غصہ ظاہر کیا یونی یہود۔ نہ ان لوگوں کا راست جو گم کردہ راہ ہیں یعنی نصاریٰ۔

اور اس سورہ کو کتاب کا دیباچہ اور ام الکتاب اور سبع مثانی کہتے ہیں ۔ کتاب کا دیباچہ اس لئے کہتے ہیں کہ پورا پورا قرآن اس سورہ میں بے نقاب کر دیا جاتا ہے۔ قرآن کی تلاوت کے وقت اس سورہ کو پہلے پڑھنا چاہیے اور کتاب

قرآن کے (وقت) اس سورہ کو پہلے لکھنا چاہیے اور تمام نمازوں میں پہلے اس سورہ کو پڑھنا چاہیے۔ اس کو کتاب کی ماں اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سورہ پورے کے پورے قرآن کی ماں ہے اور تمام کا تمام قرآن اس سورہ میں کھول دیا جاتا ہے (یعنی اسی کے ذریعے قرآن کے مشمولات کو سمجھا جاتا ہے) قرآن کی تمام سورتوں سے پہلے یہ سورہ ہے۔

اس کو سبع مثانی اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی سات آیتوں میں تکرار ہے۔ یہ تکرار اس طرح ہے کہ اس کے الفاظ دو دو بار آئے ہی مثلاً فرماتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پھر فرماتے ہیں الرحمٰن الرحیم ۔ فرماتے ہیں ایاک پھر فرماتے ہیں ایاک۔ ارشاد ہوتا ہے الصراط اور دوبارہ بھی ارشاد فرماتے ہیں صراط۔ فرماتے ہیں علیہم اور دوبارہ بھی علیہم ارشاد ہوتا ہے ۔ سبع المثانی یہی ہے۔]

ترجمہ تفسیر طبری اور تاج التراجم کی عبارتوں کو پہلو بہ پہلو رکھنے کے بعد بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ابوالمظفر شاہفور نے کلام اللہ کے متن کو اپنے طور پر جس حد تک ممکن تھا کھولنے (فسر) کی سعی کی ہے۔ تفسیر لکھنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ متن کو اس طرح کھول کر بیان کر دیا جائے کہ متن کا ہر ہر لفظ اپنے سیاق و سباق میں واضح ہو کر قاری یا سامع کے سامنے آجائے۔ ہم کو ترجمۂ تفسیر طبری میں درج سورہ فاتحہ کی تفسیر کا جو متن حاصل ہو سکا ہے وہ بلا شبہ تاج التراجم میں منقول تفسیری متن سے مختصر ہے، یہی وجہ ہے کہ ترجمہ تفسیر طبری میں بعض ان نکات کی طرف اشارہ نہیں ملتا جن پر تاج التراجم میں واضح انداز میں بحث کی گئی ہے۔ اس مطالعے میں ابوالمظفر شاہفور کے بیان کردہ تمام نکات کا احاطہ اس طویل تحریر کی مزید طوالت کا باعث ہوگا اس لئے ہم ان کے بیان کردہ چند نکات ہی کی طرف ایک سرسری اشارہ کر کے اپنی بات ختم کر دیں گے۔

ابوالمظفر شاہفور نے 'الحمد للہ' کی تفسیر کرتے ہوئے "حمد" اور "شکر" کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا ہے وہ کئی بار پڑھنے کی چیز ہے۔ ابوالمظفر شاہفور کی طرح بعض دوسرے مفسرین بھی اپنی تحقیقات کی روشنی میں اس نتیجہ تک پہونچے ہیں کہ حمد عام تر ہوتی ہے اور شکر خاص تر (۴۴)۔

زیر نظر تفسیر میں عالم کے سلسلے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بھی ہماری خصوصی توجہ کا محتاج

اور اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کا دوسری تفسیروں سے موازنہ کر کے دیکھا جائے کہ اور مفسروں کے نزدیک عالم کیا ہے اور انہوں نے عالم کو کن کن رخوں اور زاویوں سے دیکھا ہے۔ ہمارا ناقص و محدود مطالعہ یہ بتلانے سے قاصر ہے کہ کسی دوسرے مفسر نے "جملہ اجزائے عالم" میں سے ہر چیز کو ایک عالم کہا ہو۔ اگر عالم کی اس تعریف کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر سعید بن المسیبؒ، ضحاک، وہب بن منبہ نے عالم کی جو تعداد بتلائی ہے نہ تو وہ غیر سائنسی ہے اور نہ ہی ظن و تخمین پر مبنی، یہ تو وہ عالم ہوئے جن سے ذہن انسانی واقف ہے، ابھی نہ جانے کتنے ایسے عالم اور ہوں گے جو موجود تو ہیں مگر نامعلوم ہیں ان کا انکشاف صرف اس وقت ہوگا جب مشیت الٰہی ان کو بے نقاب ہونے کا حکم دے گی۔ ہمارے قدماء نے زمان، مکان، عالم اور اسی طرح کے موضوعات پر جو کچھ تحریر کیا ہے اس کو پڑھ کر بھڑکنے کی روش کو چھوڑ کر اگر ان کی اصلیت تک پہونچنے کی کوشش کی جائے تو ہم بہت سے رازہائے سربستہ کو بے نقاب کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابوالمظفر طاہر شہفور نے جہاں تک ممکن ہو سکا ہے اپنے پیش رو مفسرین کی تفسیروں کا بہ نظر غائر مطالعہ کر کے انکے افکار و آراء کو اپنی تفسیر میں جابجا نقل کیا ہے اور دیانت داری یہ برتی ہے کہ متن ہی میں اپنے تمام ماٰخذ کی طرف اشارہ کرتے چلے گئے ہیں۔ صحابہ کرام کے بعد انہوں نے تابعین اور تبع تابعین کے تفسیری نکات سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور ان کو اپنی تفسیر میں نقل کرنے سے گریز نہیں کیا ہے۔ اسی طرح ان کو جہاں بھی کوئی تفسیری نکتہ یا کسی بات کی وضاحت نظر آئی انہوں نے اپنے خیالات و افکار کے پہلو بہ پہلو ان نکات اور باتوں کو بھی اپنی تفسیر میں محفوظ کر دیا ہے لیکن ان کی یہ تمام محنت اور کوشش صرف نقل تک ہی محدود ہو کر رہ جاتی ہے وہ کسی رائے یا قول پر نقد و جرح نہیں کرتے اور صرف اس کو نقل کر لینے پر اکتفاء کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی تفسیر میں بہت سی ایسی باتیں راہ پا جاتی ہیں جو مزید ثبوت کی محتاج ہوتی ہیں۔

آمین کے سلسلہ میں انہوں نے جو اقوال نقل کئے ہیں ان کو یہاں مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے ان میں سے کئی اقوال بدیہی طور پر محل نظر ہیں لیکن طاہر شہفور نے ان کو بغیر کسی نقد و جرح کے قبول کر لیا ہے۔

"تاج التراجم" ترجمہ تفسیر طبری کے تقریباً سواسو سال بعد لکھی گئی۔ عمادالدین ابوالمظفر طاہر شہفور کے سامنے گذشتہ چار صدیوں کا تمام عربی اور فارسی تفسیری سرمایہ تو جس سے وہ نہ صرف بخوبی آگاہ تھے بلکہ انھوں نے اپنی تفسیر لکھتے وقت اس سے بھرپور استفادہ بھی کیا ہے مگر نجانے کیوں انھوں نے اپنے زمانہ تک کے فارسی تفسیری سرمایہ پر بے اطمینانی کا اظہار کیا ہے اور اس عزم کے ساتھ قلم اٹھایا ہے کہ وہ جو کچھ لکھیں گے وہ غلطیوں سے پاک ایک نئی اور خوش کن چیز ہو گی۔ان کے اس عزم کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم ان کی تفسیری کاوش پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ مجتہد نہیں مقلد محض ہیں اور وہ ان روایات پر نقد و جرح کرنے سے اجتناب کرتے ہیں جو شاذ بھی ہیں اور عقل میں نہ آنے والی بھی اس کمی کے باوجود اس تفسیر کی اہمیت اس لئے مسلم ہے کہ یہ پانچویں صدی ہجری کی علمی پیش رفت کی آئینہ دار ہے۔

حواشی

۱۔ ج ۲ باب اول ۱۳۳۶ھ ش ص ۹۰۳۔۹۰۴

۲۔ شمارہ چہارم سال سیز دہم شمارہ مسلسل ۵۲ تہران ص ۱۵۵۔۱۹۴

۳۔ نامکمل سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کے مفسروں نے ان کو مکمل نہیں کیا تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ تفسیریں مکمل شکل میں محفوظ نہیں ہیں۔

۴۔ نخستین مفسران پارسی نویس، کتاب اول۔ انتشارات نور فاطمہ (تہران) اسفند ماہ ۱۳۶۲ ص ۱۸۲

۵۔ الحمد للہ نجیب مائل ہروی کی محنت ٹھکانے لگی ۔۱۳۷۵ھ ش میں یہ تفسیر تین جلدوں میں چھپ گئی ہے ، غالبا دو جلدیں اور شائع ہونی ہیں۔

۶۔ معارف نمبر ۵ ج ۴۰ ص ۳۴۸

۷۔ مجلہ دانش کدۂ ادبیات، تیز ماہ ۱۳۴۵ ص ۱۸۵-۱۸۶

۸۔ آخری جملے کے ترجمے میں (ی) کو "و" کا بدل قرار دیا گیا ہے، "خواہا" کا محل استعمال ہماری سمجھ میں نہ آسکا۔

۹۔ افضل العلماء عبد الحق نے اپنے مضمون میں "از روزگار عبد اللہ بن عباس تا نعت نہادیم" کا اردو ترجمہ اپنے مضمون کے ص ۳۴۸۔۳۴۹ میں لکھا ہے مگر فارسی عبارت نقل نہیں کی ہے ہم کو فارسی عبارت مل گئی ہے، اس لئے ہم نے اس عبارت کو سامنے رکھ کر ترجمہ کیا ہے جو افضل العلماء کے ترجمہ سے قدرے مختلف ہے۔

۱۰۔ یہ غالباطباعتی غلطی ہے، تربیت ہونا چاہیے۔

۱۱۔ نویسد کا لفظ خاص طور سے قابل غور ہے لیکن دوسرا جملہ مسئلہ کو پیچیدہ بنارہا ہے، انشاءاللہ اس موضوع پر الگ سے بحث کی جائے گی۔

۱۲۔ کن لوگوں نے یہ بات لکھی ہے اس کی کوئی نشاندہی نہیں کی گئی ہے۔

۱۳۔ غالبا یہ طباعتی غلطی ہے۔

۱۴۔ اس جملے کا ترجمہ اردو زبان کے مزاج کے مطابق کیا گیا ہے

۱۵۔ اس مقام کی فارسی عبارت گنجلک ہے۔ مجبوراً ہم نے مرادی ترجمہ کیا ہے۔

۱۶۔ ہم نے لفظی ترجمہ کردیا ہے، اس جملے کو نہ تو اوپر کے جملے سے مربوط کیا جاسکتا ہے نہ ہی اس کے نیچے کے جملے سے۔

۱۷۔ متن میں متمکن کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

۱۸۔ ابتدا کے ایک معنی تمہید بھی ہوتے ہیں۔

۱۹۔ المدثر، ۷۴، ۳۱

۲۰۔ الرحمٰن اور الرحیم کی تفسیر نہیں کی گئی ہے۔

۲۱۔ اس مخطوطہ میں اس کا ترجمہ درج نہیں ہے۔

۲۲۔ سورہ مومن، ۴۰، ۱۶

۲۳۔ ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی

۲۴۔ کیا دوسرے دنوں کا مالک اللہ نہیں ہے، مفہوم واضح نہ ہونے کی وجہ سے اردو میں نصف جملے کا ترجمہ درج نہیں ہے۔

۲۵۔ کاتب نے یہ لفظ دوبار لکھ دیا ہے۔

۲۶۔ نساء، ۴، ۶۹

۲۷۔ ترجمہ مولانا تھانوی

۲۸۔ یہ ترجمہ موسیٰ درودی کی کتاب میں نقل جملے کا ترجمہ ہے جو یوں ہے۔ "پس بدین معنی نعمت خدای تعالیٰ نہ بود مگر بر مومنان۔

۲۹۔ ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی

۳۰۔ مائدہ:۔ ۶۰، ۷۷

۳۱۔ غالبا "بندہ مراست" کاتب کے لکھنے کی غلطی ہے۔

۳۲۔ یہ لفظ زاید معلوم ہوتا ہے۔

۳۳۔ نسخہ باڈلیان "ام القرآن"

۳۴۔ اس تحریر میں تفسیر سورۂ فاتحہ کا متن نسخہ کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد کے مطابق نقل کیا گیا ہے، میں ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی کتابدار کتابخانہ مرکز تحقیقات فارسی اسلام آباد کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس متن کی فوٹو کاپی مجھ کو ارسال فرمائی۔

۳۵۔ یہ ٹکڑا بے محل معلوم ہوتا ہے۔

۳۶۔ ترجمہ مولانا تھانوی

۳۷۔ ایضا

۳۸۔ "بامات گوی" دوسرے نسخے میں نہیں ہے اس لئے اس کا ترجمہ نہیں کیا گیا ہے۔

۳۹۔ جو مضمون زیر بحث ہے اس کے درمیان میں یہ جملہ عجیب سا معلوم ہوتا ہے۔

۴۰۔ نسخہ گنج بخش میں "منزل" کا لفظ نہیں ہے۔

۴۱۔ جو چیز یا جو کچھ چاہنے کا تذکرہ تکرار سے کیا گیا ہے۔

۴۲۔ زیر نظر متن میں ام القریٰ تحریر ہے۔

۴۳۔ گنجینۂ سخن ج ا، آبان ماہ ۱۳۵۳، تہران ص ۱۸۵ بعد بحوالہ ایران کی چند اہم فارسی تفسیریں، انجمن فارسی، بلی ماران دہلی۔ ۱۹۹۷ء ص ۲۲

۴۴۔ حمد و شکر کے مدلول و مفہوم کے لئے دیکھئے امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور۔ ۱۹۸۵ء، جلد اول ص ۵۵۔۵۶